بسم الله الرحمن الرحیم

غدیر؛ قرآن و سنت کی روشنی میں

مؤلف:

ڈاکٹر مجید معارف

مترجم:

سید احمد حسین حسینی

کتاب کا نام: غدیر؛ قرآن وسنت کی روشنی میں
مؤلف: ڈاکٹر مجید معارف
مترجم: سید احمد حسین حسینی
مصحح: ڈاکٹر جعفر رضی خان
نظر ثانی: سید مبین حیدر رضوی
پبلشر: موسسہ فرہنگی ہنری مشعر
ایڈیشن: فروری ۲۰۱۵ء
تعداد:
قیمت:

مشعر کے ہول سیلرز:

تہران: ٹیلیفون نمبر: ۶۴۵۱۲۰۰۳ ـ ۰۲۱
قم: ٹیلیفون نمبر: ۳۷۸۳۸۴۰۰ ـ ۰۲۵

فہرست

مقدمہ ۷

واقعۂ غدیر کا تاریخی پس منظر ۹

غدیر خم کے موقع پر رسول اللہؐ کا خطبہ: ۱۳

غدیر خم کے واقعے کا جائزہ: ۱۸

۱۔اسلامی منابع میں غدیر کے واقعہ کی اہمیت: ۱۸

۲۔قرآنی تفسیروں میں غدیر خم کے واقعے کا رد عمل: . ۲۱

۲ ـ۱: شیعی تفاسیر: ۲۱

۲ـ۱ـ۱: آیہ تبلیغ کی تفسیر میں قابل توجہ نکات: ۲۴

۲ ـ ۲: اہل سنت کی تفاسیر: ۲۸

۲ـ ۲ ـ۱: آیہ تبلیغ کے نزول کے بارے میں اہل سنت کے مفسرین کے عقائد کا مطالعہ اور تنقید: ۳۱

۲ ـ ۲ ـ ۱ ـ ۱: پہلی صورت کا مطالعہ؛ مکہ میں آیہ تبلیغ کا نزول: ۳۱

۳۔ آیہ تبلیغ کی شان نزول کے بارے میں ایک تحقیق: .۴۱

۴۔آیہ تبلیغ سے متعلق چند نکات کا جائزہ: ۴۵

۴ ـ ۱: فلسفہ واقعہ غدیر کیا تھا؟ ۴۵
۴ ـ ۲ : آیہ تبلیغ کا اس آیت سے پہلے اور بعد میں
آنے والی آیات سے کیا تعلق ہے؟ ۵۲
۴ـ ۳:آیہ تبلیغ میں حضرت علیؑ کا نام کیوں نہیں آیا؟
....۵۸
۴ ـ ۴: پیغمبرؐ حضرت علیؑ کی ولایت کے اعلان سے
خوفزدہ کیوں تھے؟ ۶۳
۴ ـ ۵:حدیث غدیر میں "مولا" کے کیا معنی ہیں؟..۶۹
حوالہ جات: ۷۹

مقدمہ

امیر المومنینؑ کی امامت کے بارے میں یقینی دلائل میں سے جن پر قرآن اور روایات شاہد ہیں ان میں سے ایک ، غدیر خم کا واقعہ ہے۔ اس بارے میں سورہ مائدہ میں ایسی آیات موجود ہیں جو شیعہ اور اکثر سنی مفسرین کے مطابق حضرت علیؑ کی ولایت اور امامت کے علاوہ کسی چیز کے بارے میں نہیں۔ اسی طرح ان آیات کی تفسیر و تشریح کے لئے شیعہ اور اہل سنت کی روایات کی کتابوں میں ایسی روایات ملتی ہیں جن سے حضرت علیؑ کی بلافصل خلافت یقینی اور مسلم ہو جاتی ہے۔ اس طرح ان روایات کو دیکھنے کے بعد حقیقت طلب لوگوں کے لئے مقام خلافت کے منصب کے لئے دوسروں پر حضرت علیؑ کی افضلیت سے متعلق کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اس کتاب کی تصنیف سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم غدیر خم کے واقعے کو قرآنی آیات روایات کے مطالعے اور تحقیق کی روشنی میں بیان کریں اور حضرت علیؑ کی امامت کا اس تناظر میں جائزہ لے کر اس کے سچے ہونے کا ثبوت فراہم کریں۔ یہاں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ اس بارے میں پہلی بار "**غدیر**" **قرآن وسنت کی روشنی میں** "کے عنوان کے تحت ایک مختصر کتابچہ نبا پبلشرز کے توسط سے چھپ کر منظر عام پر آچکا

ہے اور عوام میں مقبولیت کے سبب اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

فارسی کے علاوہ انگریزی زبان میں بھی اس کا ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ وہی کتاب آموزش وپروش اور مقام معظم رہبری کے تعاون سے کتاب میں شامل تمام بحثوں پر نظر ثانی، اسناد اور روایات کی تقویت، پرانی بحثوں میں تازہ مطالب کا اضافہ اور کتاب کے ڈھانچے میں ترمیم کے بعد موجودہ شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہم اس کتاب کی طباعت اور نشر کے مرحلے میں حصہ لینے والے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ خداوند تعالی انہیں اس خدمت کا اجر عطا کرے اور ہم سب کو اہل بیتؑ کی غلامی کا شرف عطا فرمائے۔

ومن اللہ توفیق

تہران یونیورسٹی — مجید معارف — خزاں ۱۳۸۶

واقعۂ غدیر کا تاریخی پس منظر

دسویں صدی ہجری میں ذی القعدہ کے مہینے کے آغاز ہی میں رسول اللہؐ نے مسلمانوں سے خانہ خدا کی زیارت اور حج کے فریضے کی ادائیگی سے متعلق اپنے فیصلے کا اظہار کیا۔ یہ خبر مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور عرب کے دیگر علاقوں میں زندگی بسر کرنے والے دوسرے مسلمانوں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی، وہ اس طرح کہ ایک مختصر سی مدت میں کئی ہزار لوگ حج کے فرائض کی انجام دہی کے لئے رسول اللہؐ کے پاس پہنچ گئے۔

پچیس ذی القعدہ کو رسول اللہؐ کا کاروان مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد[1] کے ہمراہ جو بعض مورخین کے مطابق ایک لاکھ یا کم و بیش تک بتائی جاتی ہے، مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ تعداد ان لوگوں کے علاوہ تھی جو عرب کے دیگر علاقوں جیسے مکہ اور گرد و نواح سے کاروان میں شامل ہوتے رہے۔

کتاب الارشاد میں شیخ مفید کہتے ہیں:

غدیر کا واقعہ رسول اللہؐ کے اہل نجران کے مسیحیوں سے مقابلے اور

---

[1] ۔ مسلم نے جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ایک حدیث میں دسویں صدی ہجری کے حج کے بارے میں یوں ذکر کیا ہے: "ثم اذن فی الناس فی العاشرة؛ ان رسول اللہ حاج فقدم المدینة بشر کثیر. کلهم یلتمس ان یاتم برسول اللہ ویعمل مثل عمله." صحیح مسلم، ج ۲، ص ۸۸۶: باب حجة النبیؐ، سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۰۲۲، ۱۰۲۶ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۴۸.

مباہلہ کے واقعے کے فوراً بعد رونما ہوا۔ اس واقعے سے کچھ دنوں پہلے رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو یمن کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں کے لوگوں سے خزانوں اور معادن کا خمس وصول کریں اور نجران کے عیسائیوں سے پیسے اور لباس جن کے دینے کا انہوں نے وعدہ کیا تھا، وصول کریں۔ حضرت علیؑ یمن کی طرف روانہ ہوئے۔ رسول اللہؐ نے اس کام کی انجام دہی کے لئے کسی اور پر اعتماد نہ کیا اور لوگوں کے درمیان اور کسی کو بھی اس کام کا اہل نہیں سمجھا۔ انہوں نے صرف حضرت علیؑ ہی کو اس سفر کے لئے منتخب فرمایا کیونکہ رسول اس کام کی انجام دہی کے بارے میں آپؑ پر مکمل اعتماد رکھتے تھے۔

انہی دنوں میں حضورؐ نے حج کا ارادہ فرمایا اور مدینہ اور اس کے گرد ونواح سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کے جمع ہونے کے بعد آپؐ پچیس ذی القعدہ کو مدینے سے روانہ ہوئے۔ اسی دوران انہوں نے یمن میں حضرت علیؑ کے لئے ایک خط لکھا جس میں انہیں یمن سے مکہ کی طرف روانہ ہونے کی تاکید فرمائی۔ لیکن اس میں اپنے حج اور اس سفر کے ارادے کے بارے میں حضرت علیؑ کے لئے کچھ نہیں لکھا۔

بہر حال یہاں رسول اللہؐ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ مدینے سے نکلے اور وہاں امیر المومنینؑ اپنے سپاہیوں کے ساتھ یمن سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب امیر المومنینؑ مکہ کے قریب پہنچے تو اپنی فوج کی کمان کسی اور کے حوالے کر دی اور خود رسول اللہؐ کے دیدار کے لئے اتنی تیزی سے مکے کی طرف روانہ ہوئے کہ رسول اللہؐ کے مکے میں داخل ہونے سے پہلے ہی ان سے ملاقات کا شرف حاصل کر لیا اور

حضورؐ کو اپنے سفر، لباس اور دوسرے تحائف کی وصولی کے بارے میں بتایا۔

رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے ملاقات پر خوشی کا اظہار فرمایا اور آپؑ سے پوچھا: یا علی علیہ السلام! آپؑ نے کس نیت کے ساتھ احرام باندھا؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! آپؐ نے اپنے خط میں اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ آپؐ کس نیت کے ساتھ احرام باندھیں گے اور مجھے آپؐ کی نیت کا علم نہیں تھا، اس لئے احرام باندھنے اور تلبیہ (یعنی حج کے مناسک کے دوران لبیک کہنے) کے دوران میں نے اپنی نیت کو آپؐ کی نیت سے جوڑتے ہوئے کہا: اے خدا! میں اسی نیت کے ساتھ احرام باندھ رہا ہوں، جس نیت کے ساتھ رسولؐ نے احرام باندھا ہے[۱] اور اپنے ساتھ قربانی کے لئے ۳۴ اونٹ بھی لایا ہوں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ اکبر! میں اپنے ساتھ قربانی کے لئے ٦٦ اونٹ لایا ہوں۔ تم حج کے مناسک اور قربانی میں میرے ساتھ ہو۔ اپنا احرام پہنے رکھو اور اسی حالت میں اپنے لشکر کی طرف لوٹ جاؤ اور انہیں جلدی سے لے آؤ تاکہ ہم مکہ میں ایک دوسرے سے مل سکیں۔

---

[۱] حجتہ الوداع کے موقع پر پیغمبرؐ اور حضرت علی علیہ السلام کی وحدت نیت کے بارے میں دیکھئے: صحیح بخاری، ج ۲، ص ٦۵۰، الکافی، ج ۴، ص ۲۴٦، تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۴۹؛ بعض روایات کے مطابق پیغمبرؐ مدینے سے اپنے ساتھ سو اونٹ لائے تھے جن میں سے ۳۴ عدد حضرت علی علیہ السلام کی نیت اور ٦٦ عدد اپنی نیت سے لائے تھے. دیکھئے: من لا یحضرہ الفقیھ، ج ۲، ص ۱۵۳. سنن النبی، ج ۸، ص ۵۹، وسائل الشیعھ، ج ۸، ص ۱٦۴، تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۴۹ سیرہ ابن ہشام، ج ۴، ص ۲۴۹.

حج کے مناسک کی انجام دہی کے لئے رسول اللہؐ نے چند دنوں تک مکہ میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد عرفہ —ایک اور روایت کے مطابق عید —کے دن مسلمانوں سے خطاب فرمایا جس میں تمام مسلمانوں کو تقویٰ، اخلاقی خوبیوں سے متصل رہنے اور ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ کرنے کی تاکید فرمائی[1]۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف روانگی اور مکہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ سفر کا حکم جاری فرمایا اور ایک بار پھر لوگوں کے ایک عظیم اجتماع نے اپنے پیغمبرؐ کی رہنمائی میں مدینے کا رخ کیا۔ جب یہ عظیم کاروان جحفہ کے مقام پر پہنچا تو غدیر خم نامی جگہ وحی الٰہی کے امانت دار (جبرئیلؑ) اترے اور رسول اللہؐ پر یہ آیت نازل فرمائی:

(يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ)[2]

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ

[1] ۔ اس خطبے کے بارے میں مزید معلومات کے لئے دیکھئے: صحیح مسلم، ج ۲، ص ۸۸۹ اور ۸۹۰، سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۰۱۵ اور ۱۰۱۶، تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۵۰ سے ۱۵۲ تک، السیرة النبویة معروف بہ سیرہ ابن ہشام، ج ۴، ص ۲۵۰.

[2] ۔ المائدہ ٦٧

کافروں کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

اس آیت کے نزول کے ساتھ پیغبرؐ نے حکم جاری فرمایا کہ کاروان آگے نہ بڑھے۔ اس حکم کے ساتھ مسلمانوں نے آگے نکلے ہوئے لوگوں کو بھی واپس بُلا لیا اور پیچھے رہ جانے والے لوگ بھی آہستہ آہستہ وہاں پہنچ گئے۔

ظہر کا وقت تھا۔ ہوا میں بلا کی گرمی تھی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی عبا کا ایک حصہ اپنے سروں پر ڈال رکھا تھا جبکہ دوسرے حصے سے بطور فرش استفادہ کرتے ہوئے اس پر خود بیٹھ گئے تھے۔ نماز کا وقت آپہنچا اور پیغمبرؐ نے انہیں اطلاع دی کہ وہ تمام ایک تازہ نازل ہونے والے پیغام کو سننے کے لئے تیار ہوجائیں۔ اس جگہ مسلمانوں نے اونٹوں کے پالان سے ایک منبر ترتیب دیا۔ رسول اللہؐ منبر کے اوپر گئے، حضرت علیؑ کو اپنے نزدیک بلایا۔ حضرت علیؑ بھی منبر کے اوپر گئے یہاں تک کہ حضورؐ کی داہنی طرف کھڑے ہوگئے۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔[۱]

غدیر خم کے موقع پر رسول اللہؐ کا خطبہ:

انتہائی متعبر دلائل و شواہد سے استفادہ کرتے ہوئے علامہ امینی اپنی کتاب "الغدیر" میں رسول اللہؐ کے خطبے کا بیان کچھ یوں تحریر کرتے

---

[۱]۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۱، ص ۲۳۵ سے ۲۳۷، ذرا سے خلاصے کے ساتھ. نیز دیکھئے: اعلام الوری، ج ۱، صص ۲۵۹ سے ۲۶۳ تک؛ سیرۃ المصطفیٰ، ص ۶۹۳: غدیر خم کی بحث

ہیں: ''تمام تعریفیں صرف اللہ تعالی کے لئے ہیں۔ ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم اسی پر توکل کرتے ہیں اور اپنی برائیوں اور ناروا اعمال کے لئے اسی سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس کے بغیر گمراہوں کا کوئی رہنما نہیں اور جسے اس کی رہنمائی حاصل ہوئی اسے کبھی کوئی دوسرا نہیں بھٹکا سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اے لوگو! آگاہ رہو کہ اسی خدائے مہربان و دانا نے مجھے میری عمر کے اختتام کی خبر دی ہے اور میں جلد ہی اس کی دعوت پر کبھی نہ فنا ہونے والے عالم کی طرف کوچ کرنے والا ہوں۔ میں اور تم ذمہ دار ہیں اس کام کے لئے جو ہم پر لازم قرار پا گیا ہے۔ اب تم لوگوں کی رائے اس بارے میں کیا ہے؟

لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابلاغ فرمایا اور ہمیں نصیحت کرنے اور اپنی ذمہ داری نبھانے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی۔ خدا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جزائے خیر عطا فرمائے''۔

سب نے کہا: ہاں! ہم ان حقائق کا اقرار کرتے ہیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: اسی طرح میں دوسری دنیا کی طرف کوچ کرنے اور حوض کوثر کے کنارے پہنچنے میں تم لوگوں پر سبقت حاصل کرلوں گا۔ دھیان رہے کہ میرے بعد ان دو گرانقدر چیزوں کے ساتھ جو میں تمہارے درمیان چھوڑے جارہا ہوں، اپنے رویے میں احتیاط برتنا۔

اس موقع پر لوگوں کے درمیان ایک گروہ کی آواز بلند ہوئی کہ اے رسول اللہ! وہ دو چیزیں کیا ہیں؟

فرمایا: بڑی چیز (ثقل اکبر) خدا کی کتاب (قرآن) ہے جس کا ایک سرا خدا کے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں ہے (جس کا مطلب ہے کہ خدا کی کتاب خدا اور انسان کے درمیان رابطے کا ایک ذریعہ ہے)۔ اس لئے اسے مضبوطی سے تھامے رکھو اور ہاتھ سے جانے مت دو تاکہ بھٹکنے سے محفوظ رہ سکو۔ چھوٹی چیز (ثقل اصغر) میری عترت (اہل بیت) ہے۔ اور خداوند تعالیٰ نے مجھے مطلع فرمایا کہ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ (جنت میں) حوض کوثر کے کنارے میرے پاس پہنچ جائیں گے۔ اس لئے اے لوگو! ان دونوں سے آگے نکلنے کی کوشش نہ کرنا اور ان کی پیروی کرنے میں غفلت نہ برتنا کیونکہ اس طرح تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے بلند کیا اس حد تک کہ آپ دونوں کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگی جسے سب نے دیکھا۔

پھر فرمایا: (ایها الناس! من اولی الناس بالمومنین من انفسهم؟) یعنی: اے لوگو! کون ہے جو اہل ایمان میں سب سے بڑھ کر ہو؟" وہ بولے: "خدا اور اس کا رسول زیادہ دانا ہیں"۔

آپؐ نے فرمایا: خدا میرا مولا ہے اور میں دوسرے تمام مؤمنوں کا مولا اور ان سے بڑھ کر ہوں۔

پھر فرمایا: (من كنت مولاه فهذا علی مولاه، اللهم وال من والاه وعاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله...)

یعنی: جس کا میں مولا ہوں، اس کا علیؑ مولا ہے۔

اے خدا! جو اس کا چاہنے والا ہے اسے دوست رکھ، اور جو اس کا

دشمن ہے اسے اپنا دشمن سمجھ۔ اور اس کے دوستوں کی مدد فرما اور اس کو خوار کرنے والوں کو خوار و ذلیل۔

اس کے بعد فرمایا: (الا فلیبلغ الشاهد الغائب) یعنی: وہ جو اس وقت یہاں موجود ہیں میرا پیغام ان لوگوں تک پہنچائیں جو اس وقت یہاں حاضر نہیں۔

ابھی لوگ رخصت نہیں ہوئے تھے کہ جبرئیلؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

(الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا)[1]

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد پیغمبرؐ نے فرمایا: "اللہ اکبر! دین کی تکمیل، اتمام نعمت، میری رسالت سے خدا کی رضامندی اور میرے بعد علیؑ کی ولایت پر"۔

اس موقعے پر لوگ نزدیک آئے اور حضرت علیؑ کو اس مقام اور قدر و منزلت کے لئے مبارکباد دینے لگے۔ حضرت امیر المومنینؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے لوگوں میں ابوبکر اور عمر بن خطاب بھی شامل تھے، جنہوں نے کہا:

"اے ابوطالب کے بیٹے علیہ السلام! آپؑ کو یہ مقام مبارک اور

---

[1]۔ سورہ مائدہ، آیت نمبر ۳.

گوارا ہو، اب سے آپؑ ہمارے اور ہر مرد اور عورت کے مولا ہیں۔

تاریخی کتابوں میں ہے کہ پیغمبرؐ کی شان میں شعر کہنے والے حسان بن ثابت نے حضورؐ سے اجازت طلب کی تاکہ اس اہم تاریخی واقعے کو شعر کے قالب میں ڈھال سکے، پیغمبرؐ نے اجازت عطا فرمائی اور حسان بن ثابت اس واقعے کو شعر کی صورت میں محفوظ کر لیا۔ جن میں سے بعض کے معنی کچھ یوں ہیں:

- پیغمبرؐ نے غدیر خم کے دن انہیں صدا دی اور پیغمبرؐ کی صدا سننے کی پاداش کیا ہے۔
- فرماتے ہیں: تمہارا مولا اور پیغمبر کون ہے؟ اور انہوں نے پوری بصیرت اور آگاہی کے ساتھ جواب دیا:
- آپؐ کا خدا ہمارا مولا اور آپؐ ہمارے پیغمبر ہیں اور آپؐ ہمیں ولایت کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں میں سے نہیں پائیں گے۔
- پیغمبرؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ اٹھ کہ میں نے تمہیں اپنے بعد امام اور رہبر مقرر کر دیا ہے۔
- اور اس کے بعد فرمایا: جس کا میں ولی اور رہنما ہوں، اس کے علیؑ ولی ہیں اور تمہیں سچے دل سے ان کی پیروی کرنی چاہیے۔
- اس کے بعد پیغمبرؐ نے دعا فرمائی: اے خدا! تو علیؑ کے چاہنے والوں کو دوست رکھ اور اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھ۔

جب حسان بن ثابت اپنے اشعار سنا چکا تو پیغمبرؐ نے اس کے بارے میں اپنا معروف جملہ بیان فرمایا یعنی: جب تک تم اپنی زبان سے ہماری مدد کرتے رہوگے، روح القدس تمہاری مدد کرتا رہے گا۔[1]

غدیر خم کی سرزمین پر جانشین کے تعین کی رسم ادا کرنے کے بعد مسلمان اپنی جگہ سے اٹھے اور ان میں سے ہر گروہ نے اپنی منزل مقصود کا رخ کیا۔ پیغمبرؐ اور ان کے ساتھ آنے والے لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے بھی مدینے کی طرف اپنے سفر کا پھر سے آغاز کیا اور ابھی ہجرت کا دسواں سال مکمل نہ ہونے پایا تھا کہ وہ مدینے پہنچ گئے۔

کچھ مدت بعد رسول اللہؐ بیمار ہوگئے اور یہ بیماری ان کی رحلت پر ختم ہوگئی۔ لیکن رحلت سے پہلے پہلے وہ اپنے جانشین کی تقرری کا فریضہ انجام دے چکے تھے۔

غدیر خم کے واقعے کا جائزہ:

ا۔ اسلامی منابع میں غدیر کے واقعہ کی اہمیت:

غدیر خم کے واقعے کے بارے میں قابل توجہ نکتہ ان دوآیات کا

[1] ۔تاریخ اسلام میں غدیر کے اصلی واقعے اور اس دن رسول اللہؐ کے خطبوں کے بارے میں مزید معلومات کے لئے دیکھئے: مسند احمد بن حنبل، احادیث ۶۴۱، ۹۵۰، ۹۶۱، ۹۶۴، ۱۹۴۹۴، ۱۸۶۷۱؛ خصائص نسائی، ص ۲۶ اور ۱۱۷ احادیث مرقوم ۹ اور ۷۹؛ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۳۲۳؛ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۰۱؛ اسد الغابہ ابن اثیر جوزی، ج ۳، ص ۶۰۵؛ تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۷۴ اور ۱۷۵؛ ارشاد مفید، ج ۱، ص ۲۳۵ سے ۲۴۲ تک، سیرۃ المصطفیٰ، ص ۶۹۳ اہل سنت کی مختلف مصادر سے منقول؛ تفسیر صافی، ج ۲، ص ۷۴۴ سے ۴۶۶ تک، الاحتجاج والغدیر سے منقول، ج ۱، ص ۳۱ سے ۳۴ تک، فارسی ترجمے کے ساتھ .

نزول ہے جو اس عظیم واقعے سے مربوط ہیں۔ یہ آیات قرآن کریم میں موجود سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۶۷ جسے "آیہ تبلیغ" بھی کہتے ہیں اور اسی سورہ کی تیسری آیت یعنی "آیہ اکمال" ہیں۔ ان دو آیات کی روشنی میں غدیر کے واقعے کی بحث شیعہ اور سنی مفسرین کی طرف سے پیش کی جانے والی مختلف توجیہات اور تفسیروں میں آئی ہے۔ اس کے علاوہ حدیثی، تاریخی، کلامی اور یہاں تک کہ ادبی منابع کا ایک بڑا حصے میں اس حدیث کے بارے میں بحث ملتی ہے۔ علامہ امینی مرحوم نے پیغمبرؐ کے اصحاب[1] میں سے ۱۱۰ مرد عورتوں کے نام تحریر کئے ہیں جنہوں نے حدیث غدیر روایت کی ہے۔ اسی طرح ۸۴ تابعین کے نام بتائے ہیں جنہوں نے مذکورہ حدیث نقل کی ہے۔[2] انہوں نے علماء اور روایت کرنے والوں میں سے ۳۶۰ کے نام لئے ہیں جنہوں نے مختلف صدیوں میں کے دوران اپنی روایات، تاریخ اور ادب کی کتابوں میں حدیث غدیر کا بیان مکمل سند کے ساتھ پیش کیا ہے۔[3]

اس تاریخی واقعے کو اپنا موضوع بحث قرار دینے والا دوسرا طبقہ مصنفین اور شعراء کا ہے جنہوں نے ہر دور میں اس الہامی واقعے کے سہارے اپنے ادبی قطعأت اور قصائد لکھے اور انہیں تاریخ کی زینت بناتے رہے۔ علامہ امینی مرحوم نے الغدیر کی مختلف جلدوں میں ہر صدی کے تناسب سے غدیریہ اشعار و قصائد کے نمونے پیش کئے ہیں۔ اس رو سے

---

[1] ۔ الغدیر، ج ۱، ص ۴۰ سے ۱۱۲ تک

[2] ۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۱۳ سے ۱۲۸ تک

[3] ۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۲۹ سے ۲۴۰ تک

کہا جاسکتا ہے: دنیا کی تاریخ میں ایسے واقعات بہت کم ہیں جنہیں غدیر خم کے واقعے کی طرح مختلف طبقات، محدثین، مفسرین، متکلمین، فلسفیوں، خطباء، شعراء، مورخین اور سیرت نگاروں کی توجہ حاصل ہوئی ہو۔ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ اس آیت کی شہرت اور ابدیت کا سبب ان دو آیات کا نزول ہے جو اس واقعے کے بارے میں نازل ہوئیں۔ جب تک قرآن ابدی اور جاودانی رہے گا، غدیر خم کے مقام پر رونما ہونے والا واقعہ بھی جاودانی رہے گا اور لوگوں کے ذہنوں سے کبھی نہیں اترے گا۔[۱]

اس تاریخی واقعے کے زندہ رہنے کی ایک اور وجہ مسلمانوں کے درمیان اس دن کو بطور اسلامی عید منانا ہے۔ "وفیات الاعیان" میں ابن خلکان اور "آثار الباقیہ" میں ابوریحان البیرونی سمیت کئی دوسرے محققین کہتے ہیں کہ مسلمان غدیر خم کے تاریخی واقعے کے دن کو ہر سال عید کے طور پر مناتے تھے اور اس دن جشن کا اہتمام ہوتا تھا۔[۲]

مختلف حدیثی، تفسیری، تاریخی اور کلامی منابع میں واقعہ غدیر پر بحث کرنے والے لوگوں کے علاوہ بھی ۲۶ لوگوں نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تالیف کی ہیں جن کے نام اور ان کی کتابوں کی خصوصیات کے بارے میں "الغدیر" کی پہلی جلد میں بتایا گیا ہے۔[۳] اس سلسلے کی پہلی کتاب ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید خالد طبری آملی (متوفی ۳۱۰) کی

---

[۱]۔ تاریخ اسلام کی بلندیاں، ص ۵۱۴.

[۲]۔ ایضاً، ص ۵۱۵

[۳]۔ الغدیر، ج ۱، ص ۱۴۱ سے ۱۴۸ تک.

کتاب "الولایہ فی طریق حدیث الغدیر" ہے جس میں حدیث غدیر ۷۰ سے زائد طریقوں سے نقل کی گئی ہے۔[۱] لیکن بغیر کسی شک وتردید کے واقعہ غدیر کے بارے میں لکھی جانے والی جامع ترین کتاب "الغدیر" ہے جس کے مصنف بزرگ شیعہ محقق جناب آیت اللہ عبدالمحسین امین ہیں۔ وہ اس طرح کہ اس کتاب کا مطالعے اور اس میں آنے والی مختلف بحثوں پر غور کرنے کے بعد ہر قاری پر ولایت کے موضوع اور حضرت علیؑ کی جانشینی کی ثابت ہو جاتی ہے۔

۲۔ قرآنی تفسیروں میں غدیر خم کے واقعے کا ردعمل:

۲ ــ ۱: شیعی تفاسیر:

شیعہ مفسرین نے دو آیات یعنی آیہ تبلیغ اور آیہ اکمال کے امام علیؑ سے متعلق لکھا ہے اور ان دو آیات کے بارے میں بہت سی بحثیں سامنے لائی ہیں۔اس مباحث میں پیغمبرؐاور دوسرے مذاہب کے سربراہوں سے منقول روایات کے اسناد بھی پیش کئے گئے ہیں اور کلامی نقطہ نگاہ سے حضرت علیؑ کی امامت کے ثبوت کے لئے مختلف دلائل بھی پیش کئے گئے ہیں جن سے ان آیات کا امام علیؑ کا رابطہ واضح ہو جاتا ہے۔

مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ تفسیر عیاشی میں، جو قدیمی ترین شیعی تفاسیر کی کتابوں میں سے ہے اور جس میں جابجا روایات ملتی ہیں، آیات تبلیغ اور اکمال دین سے متعلق حضرت علیؑ کی امامت اور

---

[۱] ۔ ایضاً، ج ۱، ص ۱۴۱؛ نیز تھذیب التھذیب، ج ۷، ص ۲۹۷.

رہبری کا ذکر کئی پیرایوں میں آیا ہے۔ مثلاً کتاب میں ابن عباس اور جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول روایات میں سے ایک روایت کے مطابق: "خدا نے رسول اللہؐ کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ علیؑ کو اپنا جانشین مقرر فرمائیں اور لوگوں کو ان کی ولایت سے آگاہ کریں، مگر رسول اللہ ؐ کو خدشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ یہ کہہ کر کہ رسولؐ نے اپنے چچا زاد بھائی کی حمایت کی ہے، بغاوت کا اعلان کر دیں۔

لیکن بالآخر جب آیت (يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ) نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے غدیر کے دن علیؑ کی ولایت کا اعلان فرمایا۔"[1] بزرگ مسلمان مفسر طبرسی مرحوم نے اپنی کتاب مجمع البیان اس روایات کو من و عن نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: اس روایت کا ذکر اسی انداز میں حاکم ابوالقاسم حسکانی نے اپنی کتاب "شواہد التنزیل" میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر میں اسی حدیث کا ذکر کیا ہے جس کی سند اس نے ابن عباس سے ملائی ہے۔[2]

طبرسی یہاں تک کہنے کے بعد اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: غدیر کے بارے میں امام باقرؑ اور امام صادقؑ کی روایات کافی مشہور اور متواتر ہیں جن کا خلاصہ یوں ہے کہ: رسول خداؐ پریشان تھے کہ حضرت علیؑ کی جانشینی کا اعلان بعض اصحاب کے لئے ایک ناقابل برداشت عمل ثابت ہو سکتا ہے۔ پھر خداوند تعالی نے اس آیت (آیہ تبلیغ) کا نزول کیا جس

---

[1] ۔ تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۳۶۰

[2] ۔ مجمع البیان، ج ۳، ص ۳۴۴. نیز تک: شواہد التنزیل، ج ۱، ص ۱۸۷ سے ۱۹۳ تک مختلف روایات میں

میں اس نے اپنے رسولؐ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ وہ یہ عمل بجا لائیں۔ آیت کا مفہوم اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے: اگر آپؐ نازل ہونے والی آیت کی تبلیغ نہیں فرمائیں گے اور اسے پوشیدہ اور خفیہ ہی رکھیں گے، تو گویا۔ سزا کے مستحق قرار پاتے ہوئے۔ آپؐ نے اپنے پروردگار کے کسی پیغام کی تبلیغ نہیں فرمائی۔[۱]

اس کے بعد رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کی جانشینی کا اعلان فرما کر اپنی رسالت کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا اور پھر:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلامَ دِينًا[۲]

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے، والی آیت نازل ہوئی۔ عیاشی نے اسی آیت کے ذیل میں امام محمد باقرؑ سے ایک روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ نے زرارہ سے فرمایا: خدا کی طرف سے نازل ہونے والا آخری فریضہ اور حکم امام علیؑ کی ولایت کے بارے میں تھا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ: **الْيَوْمَ** أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلامَ دِينًا[۳]

اس کے بعد خداوند تعالی نے اور کوئی حکم نازل نہیں فرمایا یہاں

۱۔ مجمع البیان، ج ۳، ص ۳۴۴

۲۔ المائدہ، ۴

۳۔ المائدہ، ۴

تک کہ رسول اللہؐ نے رحلت فرمائی۔[1]

طبرسی نے اہل سنت کی کتابوں میں اس روایت کے تذکرے کے بارے میں بیان کیا ہے اور اسے ابوسعید خدری سے منقول کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آیہ اکمال دین کے نزول کے ساتھ ہی رسول اللہؐ نے فرمایا: "اللہ اکبر علی اکمال الدین و اتمام النعمۃ و رضا الرب برسالتی و ولایۃ علی بن ابی طالب من بعدی۔"[2]

۲ــ۱ــ۱: آیہ تبلیغ کی تفسیر میں قابل توجہ نکات:

شیعہ مفسرین کے عقیدے کے مطابق[3] آیہ تبلیغ میں چند انتہائی اہم نکات موجود ہیں جن سے امام علیؑ کی جانشینی سے اس آیت کا تعلق قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ ان اہم نکات میں سے سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

الف: آیہ تبلیغ میں ایک اہم مسئلے کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ اگر اس کی تبلیغ نہیں کریں گے تو گویا پروردگار کی رسالت کے ابلاغ میں کوتاہی کے مرتکب ہوں گے۔[4] دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ

---

[1]۔ تفسیر عیاشی، ج۱، ص۳۲۱

[2]۔ مجمع البیان، ۲۴۶/۳

[3]۔ مزید معلومات کے لئے دیکھئے: مجمع البیان، ج ۳، ص ۳۴۴، جوامع الجامع، ج۱، ص ۳۵۰، تفسیر المیزان، ج ۶، صص ۴۲ سے ۵۲ تک؛ التفسیر الکاشف، ج ۳، ص ۹۶ سے ۹۹ تک؛ پیام قرآن، ج ۹، ص ۱۹۰؛ تفسیر ہدایت، ج ۲، ص ۳۶۷ سے ۳۶۹ تک؛ قرآن میں اہل بیت علیہ السلام کی شخصیات کا مطالعہ، ص ۱۳۱

[4]۔ التفسیر الکاشف، ج۱، ص ۹۶

مسئلہ پیغمبرؐ کی نبوت اور رسالت کا نعم البدل تھا یعنی اس مسئلے کی عدم تبلیغ کے سلسلے میں پیغمبرؐ کی رسالت ناقص ہی رہ جاتی۔[1] کیونکہ خداوند تعالی فرماتا ہے: وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ [2]؛ یعنی: اگر آپؐ ایسا نہیں کریں گے تو گویا آپؐ نے رسالت ادا نہیں کی۔

ب: اس آیت کا اطلاق نماز، روزہ، حج اور دیگر اسلامی عبادات اور دینی اعتقادات یعنی توحید اور قیامت وغیرہ پر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ آیت یعنی آیہ تبلیغ سورہ مائدہ میں ہے اور سورہ مائدہ کا شمار رسول اللہؐ پر نازل ہونے والے آخری سورتوں میں ہوتا ہے۔ بلکہ بعض شیعی اور سنی تفاسیر کی کتابوں میں آنے والی روایات کے مطابق سورہ مائدہ رسول اللہؐ پر نازل ہونے والا سب سے آخری سورہ ہے [3] اور اس سورہ کے نزول سے پہلے پہلے تمام اعتقادی اصولوں جیسے توحید، نبوت اور قیامت؛ عبادت سے متعلق تمام احکام اور حلال اور حرام سے متعلق مسائل قرآنی آیات کی صورت میں نازل ہو چکے تھے اور ان کا ابلاغ بھی مکمل طور پر ہو چکا تھا۔ وہ اس طرح کہ بعد میں عائشہ نے مسروق سے کہا: اگر کوئی تم سے کہے کہ (حضرت) محمدؐ نے خدا کی طرف سے نازل ہونے والے کسی ایک حکم کو پوشیدہ رکھا ہے، تو جان لو کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔[4]

ج: آیہ تبلیغ میں بیان ہونے والا مسئلہ ایک خطرناک مسئلہ تھا وہ

---

[1] ۔ التفسیر الکاشف، ج ۱، ص ۹۷؛ جوامع الجوامع، ج ۱، ص ۳۵۰

[2] ۔ المائدہ، ٦٧

[3] ۔ دیکھئے: تفسیر تبیان شیخ طوسی، ج ۱، ص ۴۱۳؛ تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۸۱

[4] ۔ تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۸۰

اس طرح کہ رسول اللہؐ اس کی تبلیغ کے بارے میں خوفزدہ تھے۔ نیز انہیں چند مصلحتوں اور پریشانیوں کا سامنا تھا۔ اسی لئے خداوند تعالی نے "وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ" کہہ کر رسول اللہؐ کی حمایت کا اعلان کیا اور انہیں مسئلے کے ابلاغ کا قطعی حکم دیا۔

د: وہ لوگ جن کی مخالفت اور ممکنہ بغاوت سے رسول خداؐ خوفزدہ تھے، وہ قریش کے مشرکین نہیں تھے۔ کیونکہ اس زمانے میں جزیرۂ عرب پر رسول اللہؐ کو پورا کنٹرول حاصل ہوگیا تھا اور آٹھویں صدی ہجری میں خانہ خدا سے بتوں کے نکال باہر کرنے کے بعد قریش کے مشرکین اپنی طاقت کھو بیٹھے تھے۔ پیغمبرؐ کو اہل کتاب یعنی یہودی اور نصرانیوں کی طرف سے بھی خوف لاحق نہیں تھا کیونکہ رسول اللہؐ کی زندگی کے آخری برسوں تک وہ بھی اپنی قدرت اور طاقت کھو بیٹھے تھے اور جزیرۂ عرب میں ان کا کوئی خاص کردار نہیں تھا خصوصاً یہودی تو مسلمانوں کے ساتھ مختلف جنگوں میں بالکل ہی قلع قمع ہو کر رہ گئے اور عرب معاشرے پر ان کا اثر بالکل ہی زائل ہو گیا۔[1]

اس لئے قرآن میں آنے والے "ناس" وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کا مطلب صرف اسلامی معاشرے کے اندر پائے جانے والے منافقین کے علاوہ کوئی کچھ اور نہ تھا۔ جنہوں نے انتہائی نزاکت سے اسلامی معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں کا مطالعہ کیا اور پیغمبرؐ کے بعد اس عظیم معاشرے کی رہنمائی اور سرپرستی کے بارے میں فکرمند رہے۔ اس لئے اگر پیغمبرؐ حضرت علیؑ کو اپنا جانشین مقرر فرماتے تو انہیں ایسے افراد

---

[1]۔ اس بارے میں اگلی بحثوں میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

کے علاوہ کسی اور سے کوئی خطرہ درپیش نہیں تھا۔

ھ : مندرجہ بالا نکات کے مطالعے اور مشاہدے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ واحد مسئلہ جس کا اس زمانے تک بہ بانگ دہل ابلاغ نہیں کیا گیا تھا، وہ پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد اسلامی معاشرے کی سربراہی اور ولایت کا مسئلہ تھا جس کے مصداق حضرت علیؑ تھے۔ جو اس وقت کے شرائط میں سب سے حساس مسئلہ تھا۔ جس طرح ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ حضرت علیؑ کی امامت اور ولایت کے اعلان کا مسئلہ نبوت اور رسالت کا سب سے اہم مسئلہ تھا، اس لئے خداوند نے رسول اللہؐ کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ [1]

جس کے بعد رسول اللہؐ نے غدیر خم کے موقع پر ایک نہایت مناسب آغاز یعنی (ایها الناس من اولی الناس بالمومنین من انفسهم) [2] کے ساتھ اپنی رسالت کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔

و : آخری نکتہ یہ ہے کہ: آیہ تبلیغ، جس میں خداوند تعالی فرماتا ہے: وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ کے بعد جیسے ہی رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کا اعلان اپنے جانشین کے طور پر فرمایا، آیہ اکمال دین کا نزول ہوا، جس میں خداوند تعالی فرماتا ہے:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

---

[1] ۔المائدہ، ٦٧

[2] ۔اس حدیث کی مختلف صورتوں کے لئے دیکھئے: مسند احمد بن حنبل، خطوط ٦٤١، ٩٥٠ اور ٩٦٤ وغیرہ؛ مستدرک حاکم، ج ٣، ص ٣٢٣؛ خصائص نسائی، خطوط ٩ اور ٧٩، اسد الغابۃ، ج ٣، ص ٦٠٥ وغیرہ

وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلامَ دِينًا[1]

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے۔

مذکورہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے بغیر کسی خوف کے خدا کی طرف سے نازل ہونے والے احکامات کا ابلاغ کیا اور ان کے اپنے ہی زمانے میں اللہ کے آخری حکم اور اپنے آخری فریضے[2] کی ادائیگی بہ حسن و خوبی انجام کو پہنچی۔

۲ ـــ ۲: اہل سنت کی تفاسیر:

اہل سنت کے حدیث کے ماہرین نے آیہ تبلیغ کی تفسیر کرتے ہوئے درج ذیل دو باتوں پر نسبتاً زیادہ تاکید کی ہیں:

الف: آیہ تبلیغ مکہ میں رسول اللہؐ کی دعوت کے ابتدائی دنوں میں نازل ہوئی جس میں آپؐ کو مشرکوں کے درمیان آیات اور الٰہی احکامات کی تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ مکہ پر کفار اور مشرکین کے تسلط کو دیکھتے ہوئے خداوند تعالی نے اپنے رسولؐ کو یقین دلایا کہ وہ انہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

---

[1] ۔ المائدہ، ۴

[2] ۔ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا کی طرف سے سونپے جانے والے فرائض یکے بعد از دیگرے نازل ہوتے تھے اور آخری فریضہ ولایت کے حکم کے بارے میں تھا جس کے بارے میں خداوند تعالی فرماتا ہے: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي. امام علیہ السلام اس کے بعد فرماتے ہیں: یہاں در حقیقت خدا یہ فرما رہا ہے کہ اس فریضے کے نزول کے بعد اور کسی واجب فریضے کا حکم نازل نہیں ہونے والا. چونکہ آج ہم نے واجبات (کے نزول) کو تمہارے لئے کامل کر دیا. دیکھئے: الکافی، ج ۱، ص ۲۸۹؛ تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۲۲

ب: آیہ تبلیغ مدینہ میں نازل ہوئی جس میں رسول اللہؐ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اہل کتاب کے درمیان بغیر کسی خوف کے اسلام کے حقائق بیان فرمادیں۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ رسول اللہؐ خود کو یہودیوں اور نصرانیوں کی کدورت سے بچائے رکھیں۔

یاد رہے کہ اہل سنت کی تفاسیر میں مذکورہ دو نظریوں کے علاوہ بعض نظریات کا بیان بھی ہوا ہے جن میں مدینہ میں اس آیت کے نزول کی طرف اشارے ملتے ہیں۔[1] مثال کے طور پر فخر رازی نے اپنی تفسیر میں آیہ تبلیغ کے بارے میں دس احتمالی صورتیں بیان کی ہیں۔ دسویں صورت بیان کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں: "یہ آیت حضرت علی بن ابی طالبؑ کی فضیلت کے بارے میں نازل ہوئی جس کے نزول کے بعد رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ بلند کرتے ہوئے فرمایا: من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ۔ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ

ترجمہ: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اے خدا! علی کے چاہنے والوں کو دوست رکھ اور اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھ اور اس کے دوستوں کی مدد اور اس کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کر۔

اس کے بعد عمر نے حضرت علیؑ سے کہا: تمہیں یہ مقام مبارک اور گوارا ہو، اب سے تم میرے اور ہر مرد اور عورت کے مولا ہو۔" اس کے بعد فخر رازی کہتے ہیں: "یہ روایت ابن عباس، براءِ بن عازب اور محمد بن علی امام باقرؑ سے منقول ہے"[2]۔

---

[1] ۔ تفسیر معالم التنزیل، ج ۲، ص ۵۱ اور ۵۲

[2] ۔ تفسیر مفاتیح الغیب، ج ۱۲، ص ۵۰

اس کے بعد فخر رازی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں: "اگرچہ آیہ تبلیغ کے بارے میں بہت سی روایات اور نقطہ ہائے نظر ہیں، لیکن ان میں سب سے بہتر یہ ہوگا اگر ہم کہیں کہ خدا نے اس آیت میں اپنے پیغمبرؐ کو یہود اور نصرانیوں کے مکر و فریب سے محفوظ رکھنے کا ذکر کیا ہے اور انہیں حکم دیا کہ وہ بغیر کسی خوف کے دینی حقائق کی تبلیغ کریں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد آنے والی آیات میں اہل کتاب کا ذکر ہوا ہے اور ممکن نہیں کہ یہ آیت ان دونوں سے کٹ کر ایک نہایت ہی مختلف موضوع پر بحث کرے۔[1]

اہل سنت کے درمیان آیہ تبلیغ کی تفسیر بیان کرنے والوں کے ناموں کے درمیان ایک نام تفسیر المنار کے شیخ محمد عبدہ کا ہے۔ فخر رازی کے برعکس، اس کا ماننا یہ ہے کہ آیہ تبلیغ مکہ میں نازل ہوئی جس کا مقصد مشرکین کے درمیان خدا کے احکامات کی تبلیغ کرنا تھا۔ تفسیر المنار کا مصنف اپنی باتیں اس طرح شروع کرتا ہے: "آیہ تبلیغ کو دیکھتے ہوئے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہؐ پر اپنی دعوت کے ابتدائی دنوں میں یہ ذمہ داری عائد کردی گئی کہ وہ تمام لوگوں کے درمیان اسلام کی تبلیغ کریں، جیسا کہ اکثر مفسرین نے، خصوصاً روایات کے بارے میں اپنی تفاسیر میں اس مطلب کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے درمیان اسلام کے حقائق کے بیان کے بارے میں ہو۔ وہی اہل کتاب جن کا ذکر مذکورہ آیت کے ساتھ آنے والی آیات میں بھی ملتا

---

[1]۔ تفسیر مفاتیح الغیب، ج ۱۲، ص ۵۰

ہے۔ خداوند تعالی نے فرمایا ہے:

"بلغ ما انزل الیک فی شان اهل الکتاب"۔[1]

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ فخر رازی کی طرف اہل سنت کے بہت سے مفسرین آیہ تبلیغ کی تفسیر کرتے ہوئے غدیر خم کے واقعے کا ذکر کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ تمام اس واقعے کو ایک تاریخی واقعہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ ایک تو وہ اس آیت کے غدیر خم کے واقعے کے ساتھ ربط سے انکار کریں، ساتھ ہی "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" والی حدیث میں مولا کے معنی دوست اور مدد کرنے والے کے لیں۔[2]

ہم جانتے ہیں کہ یہ عقیدہ رکھنے والے اہل سنت کے وہ لوگ ہیں جن کی نہ صرف یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ غدیر کے واقعے کا انکار کریں بلکہ اس واقعے کو حضرت علیؑ کی امامت اور رہبری کی بجائے صرف اس بات سے جوڑ دیں کہ پیغمبرؐ نے یہاں صرف حضرت علیؑ کی دوستی اور محبت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

۲ ــ ۲ ــ ۱: آیہ تبلیغ کے نزول کے بارے میں اہل سنت کے مفسرین کے عقائد کا مطالعہ اور تنقید:

۲ ــ ۲ ــ ۱ ــ ۱: پہلی صورت کا مطالعہ؛ مکہ میں آیہ تبلیغ کا نزول:

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ آیہ تبلیغ مکہ میں نازل ہوئی جس کا مقصد

---

[1] ۔ تفسیر المنار، ج ۶، ص ۴۶۷

[2] ۔ دیکھئے تفسیر المنار، ج ۶، ص ۴۶۵؛ روح المعانی، ج ۶، ص ۱۹۴ اور ۱۹۵

حضورؐ کو مشرکین کے اندر احکام دین کی تبلیغ تھا۔ اس گروہ کے عقیدے کے مطابق، چونکہ حضورؐ کو مکہ میں اس وقت تک کوئی خاص طاقت حاصل نہ ہوئی تھی جس کی بناء پر وہ دین خدا کا ابلاغ فرماتے۔ اس لئے لازمی تھا کہ خداوند تعالی انہیں اپنی حمایت کا یقین دلا کر مطمئن کرتا تاکہ وہ آسانی سے مشرکین کے اندر اسلامی احکامات کے ابلاغ میں مشغول ہو جاتے۔

اپنی آراء کی تائید میں ان مفسرین نے حضورؐ کی جان کے تحفظ سے متعلق حضرت ابوطالب کی ذمہ داری کو سند کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان مفسرین کی طرف سے بیان کی جانے والی روایات میں سے ایک روایت میں ہے کہ: "جب بھی رسول اللہؐ گھر سے باہر نکلتے، حضرت ابوطالب چند لوگوں کو ان کے پیچھے روانہ کر دیتے تاکہ وہ حضورؐ کا خیال رکھیں۔ پھر " وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" والی آیت نازل ہوئی۔ اس وقت رسول اللہؐ نے اپنے چچا سے فرمایا: خدا خود میری حفاظت کرے گا۔ اس لئے اب کسی کو میری حفاظت کے لئے روانہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"[1] ایک اور روایت کے مطابق پیغمبرؐ نے فرمایا: خداوند مجھے جن و انس کے شر سے محفوظ رکھے گا۔[2] جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اس کے بعد بغیر کسی خوف و خطر کے اسلام کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ لیکن ہمیں ماننا پڑے گا کہ آیہ تبلیغ کا مکہ میں نزول، حضورؐ کی جان کی حفاظت کا مسئلہ اور وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ والی آیت کی

---

[1]۔ تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۸۱، تفسیر مراغی، ج ۲، ص ۱۶۰

[2]۔ تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۸۱

وجہ سے حضورؐ کو حضرت ابوطالب کی طرف سے ملنے والی نگہبانی کا اختتام چند دلائل کی بناء پر غلط ہیں، جیسے:

الف: جیسا کہ پہلے ہی بیان کیا جاچکا ہے کہ تمام مفسرین کی متفقہ رائے یہ ہے کہ سورہ مائدہ کا نزول مدینہ میں ہوا؛[1] بلکہ اس سورہ کا تعلق مدینے میں نازل ہونے والی آخری سورتوں سے ہے۔[2] اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ آیہ تبلیغ کا نزول مکہ میں ہوا ہو؟ اس سوال کے جواب میں بعض مفسرین یوں کہتے ہیں: "سورہ مائدہ مدینہ میں نازل ہوا، ان چند آیات کے علاوہ جو مکے میں نازل ہوئیں"۔ چند آیات سے ان کی مراد وہی آیہ تبلیغ اور آیہ اکمال دین ہے۔[3] لیکن اس بات کے جواب میں یہ کہنا چاہیے کہ اس بارے میں نہ تو قطعی روایات موجود ہیں اور نہ ہی مضبوط عقلی دلائل۔ اگر ہم فرض کر بھی لیتے ہیں کہ آیہ تبلیغ مکہ میں نازل ہوئی اور حضورؐ کی زندگی کے آخری دنوں میں نازل ہونے والی سورہ مائدہ میں رکھی گئی، تب بھی ایک سوال جو ذہن میں اٹھے گا یہ ہوگا کہ: اس چند برسوں کی طویل مدت میں یہ آیت کہاں تھی (قرآن کے کس سورہ میں) اور مذکورہ آیت کی تلاوت کس طرح کی جاتی تھی؟ کیا رسول اللہؐ نے ان آیات کو ریکارڈ کے طور پر محفوظ رکھا تھا تاکہ سورہ مائدہ نازل ہو اور وہ انہیں اس سورہ میں جگہ دیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے

---

[1]۔ ثعالبی، قرطبی و شوکانی اپنی تفاسیر میں لکھتے ہیں: ھذہ السورۃ مدنیۃ بالاجماع، دیکھئے: الجواہر الحسان، ج۱، ص ۴۰۴، الجامع لاحکام القرآن، ج۶، ص ۳۰، فتح القدیر، ج۲، ص ۳

[2]۔ تفسیر تبیان، ج۱، ص ۴۳۳

[3]۔ تفسیر البحر المحیط، ج۴، ص ۳۲۳؛ معالم التنزیل، ج۲، ص ۵؛ تفسیر المراغی، ج۲، ص ۱۶۰

جس کے بارے میں (مذکورہ طبقے کے مفسرین کی طرف سے) کوئی قابل قبول دلیل نہیں پیش کی گئی۔ اسی لئے ابن کثیر دمشقی نے مکہ میں رسول اللہؐ کی نگرانی سے مربوط روایت کے ذکر اور وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کی آیت کے نزول کے بارے میں لکھنے کے بعد یوں لکھا ہے: ھذا حیث غریب و فیہ نکارۃ فان ھذاہ الآیۃ مدنیۃ و ھذا الحدیث تقتضی انھا مکیۃ) یعنی: یہ روایت ایک عجیب بات ہے اور معروف (واقعے) کے خلاف ہے۔ کیونکہ آیہ تبلیغ (ایک) مدنی (آیت) ہے جبکہ حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ اس آیت کو مکہ میں نازل ہونا چاہیے تھا۔"[1]

ابن کثیر رسول اللہؐ کی جان کی حفاظت سے متعلق روایت اور وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ والی آیت کے نزول کے بارے میں بیان کرتے ہوئے یوں لکھتا ہے: یہ حدیث بھی ایک عجیب و غریب حدیث ہے۔ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ آیہ تبلیغ مدینہ میں نازل ہوئی، بلکہ اس آیت کا تعلق قرآن کی ان آیات سے ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئیں۔ اور خدا بہتر جاننے والا ہے۔[2]

ب: ایک لمحے کے لئے ہم مان لیتے ہیں کہ آیہ تبلیغ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کے نزول کے بعد:

۱: رسول اللہؐ پر مشرکین کے اندر احکامات الٰہی کے ابلاغ کی ذمہ داری عائد ہو گئی۔

۲: خداوند تعالیٰ نے حضورؐ سے وعدہ کیا کہ وہ خود حضورؐ کو کافروں

۱۔ تفسیر القرآن العظیم، ج۱، ص۸۱

۲۔ ایضاً

کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

تاہم مذکورہ دونوں باتیں قابل قبول نہیں۔ اس کی دلیل دونوں مفروضوں کی قرآن کی دیگر آیات کے سبب اختلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم بالخصوص دیگر مکی سورتوں میں ایسی بہت سے آیات ہیں جن میں خداوند تعالی نے رسول اللہؐ کو مشرکوں کے درمیان اپنی آیات کی تبلیغ اور آپؐ سے اپنی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے آپؐ کو دشمنوں کی چالوں اور سازشوں سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر مکہ میں نازل ہونے والی دو انتہائی قدیمی سورتوں یعنی سورہ علق اور سورہ حجر کی آیات پیش کی جاسکتی ہیں۔ خداوند تعالی سورہ حجر میں فرماتا ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ * إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ * الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ[1]

ترجمہ: پس آپ اس بات کا واضح اعلان کردیں جس کا حکم دیا گیا ہے اور مشرکین سے کنارہ کش ہو جائیں۔ ہم ان استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔ جو خدا کے ساتھ دوسرا خدا قرار دیتے ہیں اور عنقریب انہیں ان کا حال معلوم ہو جائے گا۔

ابن کثیر نے عبداللہ بن مسعود سے نقل کرتے ہوئے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

"رسول اللہؐ خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دے رہے تھے یہاں تک کہ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ والی آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضورؐ اور مسلمانوں نے اپنی دعوت کا کھلم کھلا اعلان

---

[1] ۔ سورہ حجر، آیات ۹۴ ، ۹۶

کر دیا۔[۱] اس کے بعد ابن کثیر إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ * الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "جو کچھ خدا کی طرف سے آپؐ پر نازل ہوا ہے آپ اس کا واضح اعلان کر دیں اور وہ مشرکین جو آپؐ کو اس کام سے باز رکھنے کے در پے ہیں، آپؐ ان پر توجہ نہ دیں اور ان سے مت ڈریں کہ آپؐ کیلئے آپؐ کا خدا ہی کافی ہے۔[۲]

ثعالبی بھی إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ کے بارے میں ابن العربی کے قول سے استفادہ کرتے ہوئے وضاحت کرتا ہے کہ اس آیت کے میں مکہ میں خدا کی طرف سے رسول اللہؐ کی حفاظت کے مراتب بیان ہوئے ہیں۔ جبکہ (واللہ یعصمک من الناس) والی آیت میں مدینہ میں خدا کی طرف سے رسول اللہؐ کی حفاظت کے مراتب بیان ہوئے اور خداوند تعالی نے آپؐ تمام لوگوں کے شر سے آپؐ کو تحفظ فراہم کیا۔[۳]

اگر ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ ایک بار خدا نے مکہ میں رسول اللہؐ سے اپنی یقینی حمایت کا اعلان فرمادیا، تو پھر یہ بات ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہونی چاہیے کہ رسول اللہؐ نے اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں کوتاہی برتی یا خدا کے اعلان حمایت کے باوجود کافروں کے شر سے خود کو محفوظ تصور نہ فرماتے، یہاں تک کہ مکہ ہی میں دوسری مرتبہ آیہ تبلیغ میں خدا کی طرف سے رسول اللہؐ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے کی بات پر تاکید سامنے آئی۔

۱۔ تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۵۷۹

۲۔ تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۵۸۰

۳۔ الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن، ج ۱، ص ۴۳۹

۲ ــ ۲ ــ ۱ ــ ۲ : دوسرے مفروضے کا مطالعہ : اہل کتاب کے بارے میں آیہ تبلیغ کا نزول:

اہل سنت کے چند مفسرین کا یہ ماننا ہے کہ آیہ تبلیغ اہل کتاب کے درمیان دینی حقائق کے بیان کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس بات کے لئے ان مفسرین کی طرف سے پیش کی جانے والی مضبوط ترین دلیل یہ ہے کہ اس آیت سے پہلے اور بعد میں آنے والی آیات میں اہل کتاب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ فخر رازی نے اس عقیدے کا انتخاب اپنی پسند کے مطابق کیا ہے۔[1] اس کی تتبع میں ابوحیان توحیدی بھی (يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (ای ما انزل الیک من الرجم و القصاص الذی غیرہ الیھود فی التوراۃ والنصاری فی الانجیل)[2] یعنی: اے پیغمبرؐ سنگسار کرنے اور قصاص کے بارے میں جو احکامات آپؐ پر نازل ہوئے ہیں، آپؐ ان کی تبلیغ کیجئے؛ وہی احکامات کہ یہودیوں نے تورات کے بارے میں اور نصرانیوں نے انجیل کے بارے میں بدل دیا۔ ابوحیان اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں: "اس آیت سے بظاہر یہ معنی نکلتے ہیں کہ خدا نے اپنے رسولؐ کو یہودیوں اور نصرانیوں کی فریب کاریوں سے محفوظ رکھنے کا ذکر کیا ہے اور انہیں حکم دیا کہ وہ بلا خوف و خطر ان احکامات کی

---

[1] ۔ تفسیر مفاتیح الغیب، ج ۱۲، ص ۵۰

[2] ۔ تفسیر البحر المحیط، ج ۴، ص ۳۲۱. نیز: معالم التنزیل، ج ۲، ص ۵۱؛ تفسیر الخازن (باب التاویل)، ج ۲، ص ۶۲.

تبلیغ کریں جن کا حکم قرآن میں نازل ہوا ہے۔ کیونکہ اس آیت سے پہلے اور بعد میں آنے والی آیات میں اہل کتاب کا ذکر ہوا ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ یہ آیت اپنا کوئی الگ موضوع رکھتا ہو۔"[۱]

لیکن درج ذیل دلائل کی بناپر یہ مفروضہ بھی درست نہیں:

الف: فقط شیعہ مفسرین ہی نہیں بلکہ اہل سنت کے اکثر مفسرین بھی یہ کہتے ہیں کہ آیہ تبلیغ حضورؐ کی عمر کے آخری دنوں میں حجتہ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔[۲] اور اس وقت اہل کتاب کی حالت ایسی نہیں تھی کہ رسول اللہؐ اسلام کی حقیقتوں کے ابلاغ کے بارے میں ان سے خوف کھاتے۔

مزید معلومات کے لئے یہ بتاتے چلیں کہ یہودی اور نصرانی مکہ اور مدینہ میں اپنی قدرت کھو بیٹھے تھے اور وہ کسی طرح بھی اسلام کی راہ میں دیوار بننے سے قاصر تھے۔ رسول اللہؐ کی بعثت کے زمانے میں چند یہودی قبیلے مدینہ میں زندگی بسر کرتے تھے لیکن اپنی قدرت اور طاقت کے لحاظ سے ان کا شمار اقلیتوں میں ہوتا تھا۔ وہ اس طرح کہ یہ تمام قبیلے اس انتظار میں تھے کہ آخری پیغمبر آئے اور (اوس اور خزرج) جیسے کفار پر انہیں غلبہ عطا کرنے میں ان کی مدد کرے۔[۳]

---

[۱] ۔ تفسیر البحر المحیط، ج ۴، ص ۳۲۱

[۲] ۔ دیکھئے: مجمع البیان، ج ۳، ص ۳۴۴؛ غرائب القرآن نیشاپوری، ج ۲، ص ۶۱۶؛ فتح القدیر، ج ۲، ص ۶۰.

[۳] ۔ ان یہودیوں کے بارے میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۸۹ کہتی ہے: (وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ)

رسول اللہؐ نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد مہاجرین، انصار اور مدینہ میں رہنے والے قبیلوں کے درمیان ایک معاہدہ میں یہودی قبیلوں کے حقوق کے احترام کا ذکر فرمایا ہے۔[۱] لیکن کچھ مدت کے بعد انہوں نے سازشیں شروع کیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے خلاف قریش کے مشرکین اور مدینہ کے منافقین کے ساتھ جا ملے۔ اسی لئے مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان چند جنگیں لڑی گئیں جن میں سب سے مشہور قریظہ اور خیبر کی جنگیں تھیں۔ ان جنگوں کا نتیجہ یہودیوں کی شکست اور آوارگی یا دوسرے لفظوں میں عرب سرزمین میں ان کے نفوذ کا اختتام تھا۔ اس موضوع کی وضاحت سورہ احزاب اور سورہ حشر میں ہوئی ہے[۲] اور یہ واقعہ ساتویں صدی ہجری میں پیش آیا۔

عیسائیوں کے بارے میں بھی یہ کہنا چاہیے کہ یہ لوگ بنیادی طور پر عرب بالخصوص مدینہ کے باشندے نہیں تھے، صرف نویں صدی ہجری میں نجران کے عیسائیوں کا ایک گروہ مدینہ آیا اور پیغمبر اسلامؐ کی دعوت سے خبردار ہوئے۔ اور جیسا کہ مشہور ہے پہلے ان کے اور رسول اللہؐ کے درمیان ایک مباہلہ ہونا قرار پایا لیکن مباہلے کے دن عیسائی اپنے وعدے سے پھر گئے اور ٹیکس بھرنے کے لئے راضی ہو گئے۔[۳]

---

[۱] ۔ سیرہ ابن ہشام، ج ۲، صص ۱۴۷ سے ۱۵۰ تک

[۲] ۔ دیکھئے: سورہ احزاب، آیات ۲۶ اور ۲۷؛ سورہ حشر: آیت نمبر ۲، نیز دیکھئے: سیرہ ابن ہشام، ج ۳، ص ۲۴۴ اور ۳۴۲؛ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۹ سے ۲۱ تک؛ سیرہ المصطفیٰ، ص ۵۱۳ اور ۵۴۷

[۳] ۔ سورہ آل عمران: آیت نمبر ۶۱ معروف بہ آیہ مباہلہ؛ نیز دیکھئے: تفسیر القرآن العظیم میں اسی آیت کی تفسیر، ج ۱، ص ۳۷۵؛ مجمع البیان، ج ۲، ص ۷۶۲؛ شواہد التنزیل، ص ۱۲۰ سے ۱۲۹ تک.

ان تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ کیسے ممکن ہے کہ آیہ تبلیغ اہل کتاب کے درمیان دینی حقائق کے بیان سے متعلق ہو جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورہ مائدہ کے نزول کے زمانے میں یہودی اور نصرانی رسول اللہؐ اور دیگر مسلمانوں سے مغلوب ہو کر رہ گئے تھے۔[۱] بعض سورتوں میں ان کی ذلت و خواری کے ذکر پر تاکید بھی پائی جاتی ہے۔[۲] بعض دیگر سورتوں اور سورہ مائدہ میں ان کے عقاید سے انکار اور ان کے غلط ہونے کا بیان ہوا ہے۔[۳] یہاں تک کہ بعض آیات میں اہل کتاب (بالخصوص مرتد اور سازشی لوگوں) کے خلاف جنگ کا حکم بھی جاری ہوا ہے یہاں تک کہ وہ ٹیکس بھرنے پہ راضی ہو جائیں۔[۴]

ب: یہ کہنا کہ چونکہ آیہ تبلیغ اہل کتاب کے بارے میں ذکر کرنے والی آیات کے درمیان ہے، اس لئے اسے بھی اہل کتاب کے بارے میں ماننا پڑے گا، صحیح نہیں۔ کیونکہ آیات کا نزول اور بڑی بڑی مدنی سورتوں کی تکمیل ایک تدریجی عمل تھا۔ دوسری بات یہ کہ ایک ہی سورہ میں موجودہ آیات کی ترتیب کا مطلب ان کے نزول کی زمانی ترتیب یا مطلب کے لحاظ سے ہم آہنگی نہیں بلکہ آیات کی ترتیب ایک توفیقی عمل

---

[۱]۔ المیزان، ج۶، ص ۴۳

[۲]۔ جیسے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۶۱، جس میں خداوند تعالی فرماتا ہے: (وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ)؛ اور سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۱۲

[۳]۔ دیکھئے: سورہ نساء آیات نمبر ۱۵۳ سے ۱۶۱ تک؛ سورہ مائدہ آیات نمبر ۶۳ کے بعد؛ سورہ توبہ آیات نمبر ۳۰ اور ۳۱

[۴]۔ التوبہ، آیت نمبر ۲۹

ہے جو رسول اللہؐ کی صوابدید کے مطابق انجام دی گئی۔[1] بعض مقامات پر آیات کے ایک دوسرے کے ساتھ ملاپ کا ایک واضح مطلب سامنے آتا ہے جبکہ بعض دوسرے مقامات پر یہ عمل ہمارے لئے ان آیات کے ابہام کا باعث بنتا ہے۔ بہر حال آیہ تبلیغ کا اس آیت سے پہلے اور بعد میں آنے والی آیات سے تعلق یا عدم تعلق کا ذکر اگلی بحثوں میں کیا جائے گا۔

۳۔ آیہ تبلیغ کی شان نزول کے بارے میں ایک تحقیق:

شیعہ اور سنی مفسرین کی سب سے صحیح اور متفقہ رائے کے مطابق آیہ تبلیغ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی، اس اختلاف کے ساتھ کہ شیعہ مفسرین اس آیت کو غدیر خم کے واقعے سے متعلق کہتے ہیں،[2] جبکہ اہل سنت کے بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ آیہ تبلیغ بعض مناسبات کے مطابق، جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا، مدینہ میں یا بعض غزوات کے دوران نازل ہوئی۔[3]

علامہ امینی نے اپنی کتاب الغدیر میں اہل سنت کی معتبر کتابوں سے استفادہ کرتے ہوئے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ غدیر خم کے واقعے سے آیہ

---

[1] ۔ القرآن الکریم اور روایات المدرستین، ج ۱، ص ۲۱۳؛ تاریخ قرآن، ڈاکٹر رامیار، ص ۵۷۴

[2] ۔ دیکھئے: مجمع البیان، ج ۳، ص ۳۴۴؛ تفسیر نور الثقلین، ج ۱، صص ۶۵۱ سے ۶۵۸ تک مختلف روایات میں؛ نیز اہل سنت کے مفسرین کے ہاں دیکھئے: تفسیر فتح القدیر، ج ۱، ص ۶۰؛ تفسیر غرائب القرآن، ج ۲، ص ۶۱۶؛ شواہد التنزیل، ج ۱، ص ۱۸۷ سے ۱۹۳ تک.

[3] ۔ دیکھئے: تفسیر معالم التنزیل، ج ۲، ص ۵۲

تبلیغ کا تعلق اہل سنت کے درمیان بھی ایک نظر کے طور پر رائج ہے۔[۱] یعنی صرف شیعہ ہی یہ نہیں کہتے کہ اس آیت کا تعلق غدیر خم کے واقعے سے ہے بلکہ اہل سنت کے اکثر علماء کا خیال بھی یہی ہے اور وہ بھی اس آیت کو غدیر خم کے واقعے سے متعلق جانتے ہیں جن کا ذکر انہوں نے اپنی کتابوں میں بھی کیا ہے۔ نیشاپوری اپنی کتاب تفسیر غرائب القرآن میں ابو سعید خدری سے نقل کرتے ہوئے سب سے پہلے احتمال کے طور پر یوں لکھتے ہیں: یہ آیت غدیر کے دن حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی فضیلت کے بارے میں نازل ہوئی جس کے بعد رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے فرمایا: "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ"۔[۲] دوسری طرف اہل سنت کے بعض دیگر مفسرین کی کوشش یہ رہی ہے کہ وہ آیہ تبلیغ کے نزول کے غدیر کے واقعے سے تعلق کا انکار کریں۔ ان جیسے مفسرین نے آیہ تبلیغ کی شان نزول کے بارے میں چند ایسے مطالب و مفاہیم بیان کئے ہیں جو کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہو سکتے۔ فخر رازی اس آیت کے بارے میں اپنے بعض احتمالات یوں لکھتے ہیں:

- بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ آیت سنگسار کرنے اور قصاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے (وہ بھی ان دو احکام میں ہونے والی تحریفات کے بارے میں)۔

---

[۱]۔ الغدیر، ج ۲، صص ۸۸ سے ۱۱۴ تک جس میں ۳۰ ماخذ سے استفادے کے ساتھ اس مطلب کی تحقیق پیش کی گئی ہے.

[۲]۔ تفسیر غرائب القرآن، ج ۲، ص ۶۱۶، نیز دیکھئے: تفاسیر الدر المنثور، ج ۲، ص ۲۹۸؛ فتح القدیر، ج ۲، ص ۶۰؛ روح المعانی، ج ۶، ص ۱۹۴؛ مفاتیح الغیب، ج ۱۲، ص ۵۰

- بعض لوگ کہتے ہیں کہ آیہ تبلیغ یہودیوں کی عیب جوئی اور طعنوں کے بارے میں نازل ہوئی۔
- کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت رسول اللہؐ کے اپنی بیویوں کو اختیار دینے کے بارے میں نازل ہوئی۔[1]
- بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آیہ تبلیغ جہاد کے مسئلے کے بارے میں نازل ہوئی جو منافقوں سے نفرت کی وجہ سے لازمی قرار دیا گیا۔[2]

مذکورہ احتمالات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ان ممکنہ صورتوں میں سے کوئی صورت ایسی نہیں جس کا عدم ابلاغ رسالت کے عدم ابلاغ کے مساوی ہو یا جس کے ابلاغ کے بارے میں رسول اللہؐ کو کوئی خوف لاحق ہوسکتا ہو اور انہیں اللہ تعالی کی طرف سے (واللہ یعصمک من الناس) کے وعدے کی ضرورت پیش آسکتی ہو۔ ان تمام کے علاوہ جیسا کہ علامہ امینی کہتے ہیں کہ مذکورہ ممکنہ صورتوں میں سے کوئی صورت ایسی نہیں جو درست حدیث یا روایت پر مبنی ہو۔ لہٰذا یہ سب مفروضات ہیں۔[3]

---

[1] ۔ حکم تخییر سے مراد سورہ احزاب کی ۲۸ ویں آیات کے بعد کی آیات ہیں جن میں رسول اللہؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق، دنیاوی زندگی سے استفادے، خدا اور رسولؐ کی طرف سے ملنے والے اختیار اور قناعت جیسے اختیارات دینے کا ذکر فرمایا ہے.

[2] ۔ تفسیر مفاتیح الغیب، ج ۱۲، ص ۴۹؛ تفسیر معالم التنزیل، ج ۲، ص ۵۲

[3] ۔ الغدیر، ج ۲، صص ۱۰۹ سے ۱۱۳ تک

عرفہ کے دن آیہ تبلیغ کے نزول کی ممکنہ صورت بھی قابل قبول نہیں کیونکہ عرفہ کے دن رسول اللہؐ کا خطبہ اکثر تاریخی اور حدیثی کتب میں ملتی ہے۔[1] اس خطبہ میں رسول اللہؐ لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے اجتماعی اور اخلاقی مسائل کے بارے میں مفید نکتوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ اس خطبے میں اسلام میں معاشرتی روابط کے دائرے میں اسلام کی رائے، مسلمانوں کے مابین حقوق کا تحفظ، تقوا اور حدود الٰہی کا تحفظ، عورتوں کے حقوق اور شخصیت کا تحفظ وغیرہ جیسے مطالب بیان ہوئے ہیں۔ لازمی بات ہے کہ یہ باتیں ایسی نہیں تھیں جن کا ذکر پہلے کبھی نہ کیا گیا ہو یا جن کے ذکر سے رسول اللہؐ خوف زدہ ہوں اور انہیں اس کام کے لئے خدا کی حمایت اور مخالفین کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے خدا کی طرف سے کئے جانے والے وعدے کا انتظار یا ضرورت ہو۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے جیسے ہی آیہ تبلیغ پر عمل فرمایا، اس کے فوراً بعد آیہ اکمال دین یعنی (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا)[2]؛ ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنا دیا ہے، والی آیت نازل ہوئی۔ تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت آیہ تبلیغ کے

---

[1] ۔ دیکھئے: الکافی، ج ۱، ص ۴۰۳؛ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۸۸۹ ـ ۸۹۰؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۰۱۵؛ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۳۴؛ سنن دارمی، ج ۱۱، ص ۴۷؛ سیرہ ابن ہشام، ج ۴، ص ۲۵۰؛ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۵۰ ـ ۱۵۲

[2] ۔ المائدہ، ۴

بعد نازل ہوئی ہے۔[1]

۴۔آیہ تبلیغ سے متعلق چند نکات کا جائزہ:

۴ ۔۱: فلسفہ واقعہ غدیر کیا تھا؟

غدیر کے واقعے کے بارے میں اٹھنے والا سب سے پہلا اور اہم سوال اس واقعے کے فلسفے کے بارے میں ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ غدیر کے اصل واقعے سے ایک متواتر واقعے کی صورت میں، کسی نے بھی انکار نہیں کیا، یہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہؐ نے کئی ہزار لوگوں کو ایک بیابانی علاقے میں جمع کیوں کیا اور ان کے سامنے نہایت واضح الفاظ میں "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" فرما کر اپنی ولایت حضرت علیؑ کو کیوں منتقل کر دی؟ اس سوال کے جواب کے ایک حصے کا تعلق لفظ **"مولا"** سے ہے جس کی وضاحت بعد میں کی جائے گی۔ لیکن یہاں صرف اتنا کہتے چلیں کہ اہل سنت کے اکثر دانشمندوں نے لفظ **"مولا"** کے معنی دوستی اور نصرت کے لئے ہیں۔ انہوں نے غدیر کے واقعے کا فلسفہ یہ بیان کیا ہے کہ اس عمل یعنی لوگوں کو جمع کرنے اور ان کے سامنے غدیر کا خطبہ پیش کرنے سے حضورؐ کی مراد صرف اتنی تھی کہ حضورؐ لوگوں کے دلوں سے حضرت علیؑ کی کدورت دور کر سکیں۔ ان میں سے چند لوگوں نے اس واقعے کا سرا حضرت علیؑ کے یمن کی طرف سفر اور اس سفر کے دوران

[1] ۔الکافی، ج ۱، ص ۲۸۹؛ تفسیر القمی، ج ۱، ص ۱۶۲؛ مجمع البیان، ج ۳، ص ۲۴۶؛ شواہد التنزیل، ج ۱، ص ۱۵۶ سے ۱۶۰ تک؛ نیز دیکھئے: الغدیر، ج ۲، صص ۱۱۵ سے ۱۳۷ تک

چند صحابیوں کی رسول اللہؐ کے نزدیک آپؑ کی شکایت کرنے سے ملایا ہے۔ مثال کے طور پر تفسیر المنار کے مصنف کا کہنا ہے: "چند لوگوں نے کہا ہے کہ غدیر کے واقعے کا مقصد حضرت علیؑ کو ان چند شکایات سے بری کرنا ہے جو یمن کے سفر کے وقت ان کے خلاف درج کئے گئے۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کی دلجوئی اور ان سے اپنی حمایت کے اعلان کے لئے غدیر خم کے مقام پر لوگوں سے خطاب فرمایا جس میں آپؐ نے حضرت علیؑ سے اپنی حمایت کا اعلان فرمایا اور ان کے تمام مومنین کے ولی ہونے پر تاکید فرمائی۔"[1]

یمن کے واقعے کے بارے میں مزید جاننے کے لئے جیسا کہ اس کتاب کے شروع میں بیان کیا گیا کہ دسویں صدی ہجری میں رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو مسلمانوں کے ایک دستے کے ساتھ ایک خاص کام کی تکمیل کے لئے یمن کی طرف روانہ فرمایا۔ اس بارے میں بریدہ اسلمی کا کہنا ہے: "پیغمبرؐ نے مسلمانوں کے دو گروہوں کو یمن کی جانب روانہ ہونے کا حکم فرمایا۔ ایک گروہ کے سربراہ حضرت علیؑ جبکہ دوسرے گروہ کا سربراہ خالد بن ولید تھا۔ ساتھ ہی پیغمبرؐ نے یہ حکم بھی جاری فرمایا کہ راستے میں اگر دونوں گروہ مل گئے تو دونوں کے سربراہ حضرت علیؑ ہوں گے۔ اس سفر کے دوران ہماری مڈبھیڑ بنی زید سے ہوئی اور ہم نے ان کے خلاف لڑائی لڑی اور ان پر غالب آگئے۔ غنائم کی تقسیم کے بارے میں خالد بن ولید نے حضرت علیؑ پر اعتراض کیا۔ خالد بن ولید نے میرے ذریعے رسول اللہؐ کو ایک خط لکھ بھیجا اور انہیں اس

---

[1] ۔ تفسیر المنار، ج ٦، ص ۴٦۵ ذرا سی تلخیص کے ساتھ .

واقعے سے خبر دار کیا۔"

بریدہ کہتا ہے: "جب میں رسول اللہؐ کے پاس پہنچا تو میں نے خط ان کے سامنے پیش کر دیا۔ لیکن جب انہیں یہ خط پڑھ کر سنایا گیا تو میں نے آپؐ کے چہرہ مبارک پر غصے اور پریشانی کے آثار دیکھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس موقع پر انسان کو خدا کی پناہ میں آجانا چاہیے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: علیؑ کے بارے میں برا مت سوچو کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تم لوگوں کا ولی ہوگا؛ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تم لوگوں کا ولی ہوگا۔"[1]

ترمذی نے حضرت علیؑ کی یثرب کے سفر کی ذمہ داری براءِ بن عازب سے نقل کی ہے اور اس کا ذکر اپنی حدیث میں کیا ہے: "جب رسول اللہؐ نے خالد کا خط پڑھا تو آپؐ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدلنے لگا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم یہ کیا کہہ رہے ہو اس آدمی کے بارے میں جو خدا اور اس کے رسولؐ کو چاہتا ہے اور خدا اور اس کا رسولؐ بھی جسے چاہتے ہیں؟ براءِ بن عازب (یا بریدہ) نے کہا: "میں خدا اور رسول اللہؐ کے غضب سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں صرف ایک قاصد ہوں اور پیغام لایا ہوں۔"[2]

اسی طرح ایک اور روایت کے مطابق، یمن کی طرف اپنے سفر سے واپسی کے دوران حضرت علیؑ کے ہمراہ لوگوں میں سے چار لوگوں نے

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ج۵، ص ۳۵۵، حدیث ۲۳۴۰۰؛ نیز، ج۵، ص ۳۵۰ اور ۳۵۱

۲۔ سنن ترمذی، ج۵، ص ۵۹۷

رسول اللہؐ کے پاس جانے اور آپؐ کو حضرت علیؑ کے رویے (مال غنیمت کی حفاظت اور اس کی تقسیم کے بارے میں سختی) سے آگاہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ لہٰذا رسول اللہؐ کے پاس پہنچ کر ان میں سے ہر ایک نے حضرت علیؑ کے بارے میں اپنی شکایات کا آغاز کر دیا اور کہنے لگے کہ علیؑ نے کیا! پیغمبرؐ نے ان کی باتیں ضرور سنیں لیکن خاموش ہی رہے یہاں تک کہ چوتھے شخص نے بھی اپنی باتیں مکمل کرلیں اور اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح حضرت علیؑ کی برائی اور شکایت کی۔ اچانک رسول اللہؐ انتہائی غصے کے عالم میں اپنی جگہ سے اٹھے اور یوں فرمایا: (ما تریدون من علی؟ ما تریدون می علی؟ ان علینا منی و انا منه و هو ولی کل مومن من بعدی)[1] یعنی: (تم لوگ) علی سے کیا چاہتے ہو؟ (تم لوگ) علی سے کیا چاہتے ہو؟؟ (کیا تم نہیں جانتے کہ) علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن مرد اور عورت کے ولی ہوں گے۔

دوسری حدیث کے مطابق رسول اللہؐ نے مال غنیمت کی تقسیم کے سلسلے میں حضرت علیؑ کی تائید کرتے ہوئے فرمایا: "علیؑ کی برائی کرنا چھوڑ دو کیونکہ وہ خدا کے احکامات بجا لانے میں نہایت ہی دقت اور سخت گیری سے کام لیتا ہے اور اس کی زندگی میں کسی قسم کی سازش کا شائبہ تک نہیں ہے۔"[2]

---

[1] ۔ایضاً، ج ۵، ص ۵۹۱ اور ۵۹۱، تھوڑی تلخیص کے ساتھ؛ مستدرک حاکم، ج، ۳ص ۳۲۴؛ اسد الغابة، ج ۳، ص ۶۰۴

[2] ۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۳۴۶

ایک اور حدیث میں بریدہ سے نقل کرتے ہوئے ابن عباس لکھتے ہیں کہ بریدہ نے کہا: "میں نے یمن میں حضرت علیؑ کے ساتھ جہاد میں شرکت کی اور اس کی سخت گیری کا مشاہدہ کیا۔ جب میں رسول اللہؐ کے پاس پہنچا تو علیؑ کا ذکر چھیڑا اور ان کی برائی شروع کی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ حضورؐ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدلتا جارہا ہے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: اے بریدہ! کیا میں ولایت اور مومنین کی سرپرستی کے معاملے میں ان سے زیادہ ان سے زیادہ سزاوار نہیں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ کیوں نہیں! پیغمبرؐ نے فرمایا: جس کا میں مولا اور سرپرست ہوں، اس کا علیؑ مولا اور سرپرست ہوگا۔[1]

آخر میں عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو خالد بن ولید کی طرف بھیجا تاکہ آپؑ مال غنیمت کے خمس کی تقسیم یا (ایک اور حدیث کے مطابق) مال غنیمت کے خمس کی دریافت کا عمل انجام دیں۔ خالد نے بریدہ سے کہا: کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ وہ کس طرح تقسیم کا عمل انجام دے رہا ہے؟ بریدہ کہتا ہے: میرے دل میں علیؑ کے لئے بغض اور ناراضی کے احساسات جنم لے رہے تھے۔

رسول اللہؐ نے مجھ سے پوچھا: کیا تیرے دل میں علیؑ کی کدورت ہے؟ میں نے کہا: ہاں! حضورؐ نے فرمایا: اپنے دل میں ان کی کدورت کو جگہ نہ دے (اور ایک اور حدیث کے مطابق: انہیں دوست رکھ)

---

[1]۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۳۴۸؛ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۳۲۴؛ خصائص، ص ۱۵

کیونکہ وہ مال غنیمت پر خمس میں جتنا تصرف کیا ہے، اس سے زیادہ حصے کے حقدار ہیں۔[1]

یمن کی طرف حضرت علیؑ کے سفر کے بارے میں بیان ہونے والی روایات پر غور کرتے ہوئے اس واقعے کے مختلف پہلو کھُل کر سامنے آتے ہیں۔ ساتھ ہی اگر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ اس واقعے اور غدیر خم کے واقعے کے درمیان کوئی ربط نہیں۔ دلائل کے طور پر درج ذیل نکات پیش کئے جاسکتے ہیں:

الف: مذکورہ روایات میں سے کسی روایت میں غدیر خم کے واقعے اور اس علاقے میں مسلمانوں کے اجتماع کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ جس طرح بعض روایات میں دیکھا جاسکتا ہے کہ ان میں حضرت علیؑ کی ولایت اور حضورؐ کے بعد آپؐ کے مسلمانوں کے سرپرست ہونے کی بات تو ہوئی ہے لیکن کہیں بھی غدیر خم کا ذکر نہیں آیا۔ یمن کے واقعے سے مربوط روایات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت علیؑ سے چند صحابیوں کی شکایت کا واقعہ مکہ (حجۃ الوداع کے موقعے پر) یا مدینہ[2] میں (حضورؐ کی سفر سے واپسی کے بعد) پیش آیا۔

ب: یمن کے واقعے سے مربوط روایات کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علیؑ کی سربراہی کی روش کی شکایت حضورؐ سے کی، ان کی تعداد خالد بن ولید، بریدہ اسلمی اور زیادہ سے زیادہ چار لوگوں تک محدود تھی۔ چونکہ جب حضرت علیؑ یمن کی طرف

---

[1] ۔ مسند احمد بن حنبل، ج۵، ص ۳۶۰

[2] ۔ المعجم الاوسط، ج۶، ص ۱۶۲

روانہ ہوئے تو کوئی خاص فوج ان کے ہمراہ نہیں تھی بلکہ حضرت علیؑ کے اس سفر میں ان کے ساتھ مسلمانوں کی ایک محدود تعداد تھی، جن میں سے صرف چند لوگ ہی ایسے تھے جنہیں حضرت علیؑ کی روش سے شکایت تھی۔

ج: تیسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ اگر ہم ان روایات پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ حضرت علیؑ کے رویے سے شکایت رکھنے والے لوگوں نے حضورؐ سے خصوصی ملاقات کی اور حضرت علیؑ کے بارے میں اپنی شکایات ایک خط میں لکھنے کے بعد وہ خط رسول اللہؐ کے سامنے پیش کیا۔ دوسرے لفظوں میں حضرت علیؑ کی شکایت کا مسئلہ کوئی اجتماعی مسئلہ نہیں تھا کہ حضورؐ غدیر کے میدان میں اتنے سارے لوگوں کو جمع فرماتے۔ پیغمبرؐ نے (انہ منی وانا منہ وھو ولی کل مومن من بعدی) کے الفاظ چند بار دہرا کر اسی وقت حضرت علیؑ سے شکایت رکھنے والے صحابیوں کی شکایت کو حضرت علیؑ کی حمایت میں تبدیل کر دیا تھا۔

د: اگر ہم یہ مان بھی لیتے ہیں کہ غدیر کے واقعے کی رونمائی کا مقصد صحابیوں کے دلوں سے حضرت علیؑ کی کدورت اور نفرت کے جذبات دور کرنا تھا تو کیا یہ کوئی معقول بات لگتی ہے کہ اس کام کے لئے حضورؐ بیس دنوں تک انتظار فرماتے؟ (کیونکہ تاریخ کی کتابوں کے مطابق صحابیوں کی کدورت اور شکایت کا واقعہ ذی الحجہ سے پہلے جبکہ غدیر کا واقعہ اٹھارویں ذی الحجہ میں پیش آیا)۔ دوسری بات یہ ہے کہ آخری لوگوں کو حضرت علیؑ کی دوستی کی دعوت دینے میں حضورؐ کو کون سا خطرہ لاحق ہو سکتا تھا کہ خداوند تعالی (واللہ یعصمک من الناس) کے

وعدے کے ساتھ آپؐ کو اس کام کی ذمہ داری سونپتے؟

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ غدیر کے واقعے کی رونمائی کا یمن کے سفر سے کوئی تعلق نہ تھا اور حضورؐ کے توسط سے غدیر خم کے اجتماع اور خطبہ کا فلسفہ اپنے بعد اپنے جانشین یعنی حضرت علیؑ کے اعلان کے سوا کچھ اور نہیں تھا۔

۴ ــ ۲ : آیہ تبلیغ کا اس آیت سے پہلے اور بعد میں آنے والی آیات سے کیا تعلق ہے؟

سورہ مائدہ کی اکثر آیات اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ آیہ تبلیغ بھی انہیں آیات کے درمیان ہے۔ اس لئے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ بعض مفسرین کے مطابق اس آیت کا تعلق بھی اہل کتاب کی رہنمائی اور ان کے درمیان حقائق کے بیان سے ہے کیونکہ اگر ایسا نہ کہا جائے تو یہ آیت اپنے دونوں اطراف میں موجود آیات سے مفہوم کے لحاظ سے کٹ کر رہ جائے اور یہ عمل قرآن کی شان کے خلاف ہے۔

اس سوال کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ اگر آیہ تبلیغ کا تعلق اپنے دونوں اطراف میں آنے والی آیات سے ہے تب بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس آیت کا تعلق غدیر کے واقعے سے نہیں۔ ایسی صورت میں آیہ تبلیغ کا تناسب اپنے اطراف میں آنے والی آیات کے ساتھ تناسب استطرادی قرار دیا جائے گا اور قرآنی علوم کے ماہرین کے مطابق قرآن میں سورتوں اور آیات کے اہم ترین تناسب

میں سے ایک تناسب استطرادی[1] ہے۔

لیکن بہت سے محققین کے مطابق آیہ تبلیغ غدیر خم کے واقعے کے بارے میں نازل ہونے کے باوجود اپنے دونوں اطراف کی دوسری آیات سے بھی مکمل طور پر مربوط اور ہم آہنگ ہے۔

مثال کے طور پر محمد تقی مدرسی لکھتے ہیں: "جب قرآن حکیم مسلمانوں کو اسلامی معاشرے کے لئے ولایت کا حکم دے چکا اور انہیں کفار اور مشرکین (یعنی انہیں یہودیوں اور نصرانیوں) کی ولایت قبول کرنے سے شدید طور پر منع کرنے کے بعد رسول اللہؐ اور رسالت الٰہی کے دیگر حمایت کرنے والوں کو بطور ربانیون اور احبار نہایت تاکید کے ساتھ یہ حکم دیا کہ وہ رسالت کی تبلیغ کے سلسلے میں کسی کو خاطر میں نہ

---

[1] ۔ تناسب استطرادی کی وضاحت میں یہ کہنا چاہیے کہ: یہ تناسب اس جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں قرآن کسی خاص مصلحت کے تحت ایک موضوع کو کسی ایک جگہ سے اچانک کاٹ دیتا ہے اور اپنے قاری کی توجہ کسی دوسرے موضوع کی طرف مبذول کراتا ہے، اس کے بعد دوبارہ پرانے موضوع کی طرف لوٹ جاتا ہے اور اپنی بات آگے بڑھاتا ہے، لیکن اس کے باوجود ان دونوں مختلف آیات میں ایک طرح کا ربط بھی ہوتا ہے. مثال کے طور پر زمخشری کے مطابق (یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سوادکم و ریشا ...) (الاعراف، ۲۶) ۔جس میں لباس کو بطور نعمت بیان کیا گیا ہے ۔والی آیت تناسب استطرادی ہے کیونکہ سورہ اعراف کی شروعات میں اصل موضوع حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کی سر گزشت، شجر ممنوعہ کا پھل کھانے اور نتیجۃً بے لباس ہونے اور اپنے بدن ڈھانپنے کے لئے پتوں کی تلاش کرنے کی بات کی گئی ہے. ایسے میں حضرت آدم کے لئے لباس کی نعمت کی بات کرنا ایک الگ موضوع ہے جو بیک وقت اصل موضوع سے مربوط بھی ہے. (لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ...) (النساء، ۱۷۲) والی آیت ایک اور مثال کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے جس میں نصرانیوں کے حضرت مسیح کے بارے میں جھوٹے اور بڑھا چڑھا کر پیش کئے جانے والے بیانات کے بارے میں ہے. تفصیل کے لئے دیکھئے: نک: الاتقان، ج ۳، ص ۳۷۳؛ کشاف، ج ۲، ص ۷۹؛ البرھان، ج ۱، ص ۴۱

لائیں اور کسی سے بھی اس معاملے میں ساز باز نہ کریں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے اطراف میں آنے والے موضوع کا مطلب بھی وہی ولایت یا رہبری ہے۔ لہٰذا یہی وجہ تھی کہ رسول اللہؐ اس اہم مقصد کے ابلاغ میں تاخیر کے نتیجے میں لوگوں کے مرتد ہونے سے خوفزدہ تھے۔"[1] آیہ تبلیغ کے اپنے دونوں اطراف کی آیات سے تعلق کو بہتر طور پر جاننے کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ:

خداوند تعالیٰ نے سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱ میں مومنوں کو تاکید کرتے ہوئے کہا ہے وہ یہودیوں اور نصرانیوں کی ولایت سے دوری اختیار کریں اور اس آیت کے بعد آنے والی آیات نمبر ۵۲ اور ۵۳ میں ان لوگوں کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے جن کا جھکاؤ ان کی ولایت کی طرف تھا۔

اس سورہ کی آیت نمبر ۵۵ میں معروف آیہ ولایت کا تذکرہ کیا گیا ہے جس میں خدا، اس کے رسولؐ اور ان مومنوں کا ذکر کیا گیا ہے جو نماز بپا کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوۃ دیتے ہیں۔ روایت کے مطابق وہ مومن انسان جس نے رکوع کی حالت میں زکات ادا کی، وہ حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔[2]

خداوند تعالیٰ نے اس سورہ کی آیت نمبر ۵۷ میں ایک مرتبہ پھر مومنوں کو اہل کتاب پر مشتمل دین کا مذاق اڑانے والوں سے دور رہنے

---

[1] ۔ تفسیر ہدایت، ج ۲، ص ۳۶۷؛ عنوان: ولایت ایمان کا سب سے بلند مینارہ

[2] ۔اس موضوع پر تقریباً تمام مفسرین متفق ہیں. مثال کے طور پر دیکھئے: الکشاف، ج ۱، ص ۶۴۹؛ معالم التنزیل، ج ۲، ص ۴۹؛ تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۷۴؛ مدارک التنزیل، ج ۱، ص ۴۱۸؛ التبیان، ج ۳، ص ۵۵۹؛ بحار الانور، ج ۳۵، ص ۱۸۳ سے ۲۰۶ تک

کا حکم دیا ہے اور سورہ مائدہ کی یہی فضاء اس وقت تک برقرار رہتی ہے جب تک خداوند تعالی آیت نمبر ٦٧ میں رسول اللہؐ کو مخاطب کرکے فرماتا ہے: (يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ)

جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ آیہ تبلیغ سے پہلے آنے والی آیات میں بھی ولایت کی طرف اشارے ملتے ہیں، اس لئے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ آیہ تبلیغ میں بھی حضرت علیؑ کی ولایت کے علاوہ کسی اور چیز کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔

لیک اس آیت یعنی آیہ تبلیغ کے فوراً بعد آنے والی آیت یعنی آیت نمبر ٦٨ میں ایک مرتبہ پھر اہل کتاب کی بات کی گئی ہے جن کے بارے میں اس آیت میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تمہارا کوئی مذہب نہیں ہے جب تک توریت اور انجیل اور جو کچھ پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے قائم نہ کرو اور جو کچھ آپ کے پاس پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ ان کی کثیر تعداد کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کردے گا تو آپ کافروں کے حال پر رنجیدہ نہ ہوں۔

ہمارا ماننا یہ ہے کہ اہل کتاب کی طرف سے اس آیہ شریفہ پر عمل کا مطلب رسول اللہؐ کی حقانیت اور حضرت علیؑ کی ولایت کے اعتراف کے علاوہ کچھ اور نہیں۔ کیونکہ آیات قرآن کے مطابق توریت اور انجیل میں

پیغمبرؐ کے بارے میں نشانیاں موجود ہیں اور اہل کتاب بھی اس بات سے واقف تھے لیکن انہوں نے حسد اور اسلام سے اپنی دشمنی کی وجہ سے ان حقائق کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی۔[1] اور اس عمل سے گویا وہ ایک طرح اپنی حکومت بڑھانے کے بارے میں اقدام کر رہے تھے۔

اس تجزیے اور تبصرہ کی بناپر، جیسا کہ چند مفسرین کی رائے ہے کہ:

"آیہ تبلیغ کا مطلب خدا کی جانب سے نازل ہونے والا وہ حکم ہے جس میں خداوند تعالی اپنے رسولؐ کو یہودیوں کے درمیان مسلمانوں کے استحکام اور آزادی کے اعلان اور ان سے ولایت اور خلافت چھین کر مسلمانوں کے حوالے کرنے کا ذکر ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس بات پر تاکید بھی کی گئی ہے کہ رسول اللہؐ واضح طور پر لوگوں کے درمیان اس مطلب کا ابلاغ فرمائیں اور دشمنوں کے خوف وہراس کو ہرگز دل میں جگہ نہ دیں کیونکہ خدا خود ان کی حفاظت کرے گا۔

اس صورت میں یہاں "الناس" (یعنی وہ لوگ جن سے رسول اللہؐ کو نقصان پہنچنے کا خوف لاحق تھا) سے مراد وہ لوگ یہودی، کافر اور مسلمان نما منافقین ہیں۔ کیونکہ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ چونکہ پیغمبرؐ کے کوئی اولاد اور جانشین نہیں اس لئے ان کی رحلت کے ساتھ ہی تمام

---

[1] ۔ سورہ اعراف: آیہ نمبر ۱۵۷: (الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالأَغْلالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) اور سورہ بقرہ: آیت نمبر: ۱۳۶: (قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ).

سلسلہ ختم ہو جائے گا، اور وہ ایک بار پھر اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ظاہر سی بات ہے کہ آیہ تبلیغ سے پہلے والی آیات میں یہودیوں اور نصرانیوں کی ولایت چھوڑ کر خدا اور پیغمبرؐ کی ولایت اور پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد حضرت علیؑ کی ولایت کی طرف آنے کی بات ہوئی ہے اور بعید نہیں کہ یہ امر دشمنوں کی پریشانی اور سازشوں کا سبب بنتا کیونکہ اس ابلاغ کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہودیوں اور نصرانیوں سے ولایت چھیننے اور اسے مسلمانوں کے حوالے کرنے اور رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد بھی اس سلسلے کے جاری رہنے کے مترادف تھا۔"[1]

اس کے علاوہ آیہ تبلیغ کو مستقبل میں مسلمانوں کی ممکنہ صورتحال اور اس صورتحال کا یہودیوں اور نصرانیوں کی صورتحال سے مقابلے کا پیمانہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس آیت کا مطلب یوں بھی لیا جاسکتا ہے کہ:
"اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہودیوں اور نصرانیوں کی طرح امت اسلامی کے لئے بھی لازمی ہے کہ آپؐ کے بعد ان کا کوئی رہبر اور رہنما مقرر ہو۔ اگر آپؐ کی رحلت کے بعد امت اسلامی کو کوئی رہبر نہ ملے تو اس کی حالت یہودیوں اور نصرانیوں سے بھی بدتر ہو جائے۔ اس لئے اس نازل ہونے والی آیت میں بیان ہونے والی بات یعنی آپؐ کے بعد لوگوں کے مولا کے مرتبے پر فائز ہونے والے سب سے پہلے خلیفہ کی جانشینی کا برملا اعلان کر دیجئے وہی جانشین جس کا تعارف آپؐ سے ایک نشانی کے ساتھ کرایا گیا ہے یعنی اس شخص کا، جس

---

[1]۔ تفسیر کاشف، ج ۳، ص ۱۵۲

نے رکوع کی حالت میں زکات دی: (إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ)[۱] لوگوں سے تعارف کرائیں۔"[۲]

اس ترتیب کے ساتھ: "مذکورہ آیات کا آپس میں ربط یہ بتاتا ہے کہ یہ آیات (آیہ تبلیغ) یہودی قوم کے بارے میں ہونے کے باوجود، پیغمبرؐ پر نازل ہونے والی سب سے اہم چیز یعنی یہودیوں کی خلافت کے اختتام اور خدا، رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ کی ولایت پر دلالت کرتی ہے۔"[۳]

۴ ـ ۳: آیہ تبلیغ میں حضرت علیؑ کا نام کیوں نہیں آیا؟

امامت کے بارے میں ہونے والی بحثوں اور ان بحثوں میں اٹھائے جانے والے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی ہے کہ اگر امامت اعتقادی مسائل کا حصہ ہے تو پھر آیات میں خصوصاً آیہ تبلیغ میں حضرت علیؑ کا نام کیوں نہیں لیا گیا اور صرف اجمالاً (ما انزل الیک) کہا گیا ہے؟ اس سوال کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ یہ سوال وہی لوگ اٹھاتے ہیں جنہیں قرآنی بحثوں کے مختلف عقیدتی، معاشرتی اور تاریخی پہلوؤں سے مکمل طور پر آشنائی حاصل نہیں۔ ایسے لوگ آیات کے مطالعے کے وقت ان آیات کے زمان نزول، اسباب نزول نیز متصلہ اور منفصلہ

---

[۱] ۔ المائدہ: آیت نمبر ۵۵

[۲] ۔ معانی القرآن، ج ۱، ص ۱۱۸؛ نیز دیکھئے: قرآن کے نظام کے بارے میں ایک تحقیق، ص ۱۰۹

[۳] ۔ تفسیر کاشف، ج ۳، ص ۱۵۸

تفسیری قرینوں کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ ایسا شخص جو قرآن کی روش یعنی قرآن کے اکثر مطالب کے بیان میں اجمالی رویے کے استعمال سے آگاہ ہو، اور ان مطالب کو سمجھنے کے لئے قرآن ہی کا سہارا لیتا ہو، وہ کبھی مذکورہ تنقید کی حمایت نہیں کرے گا کیونکہ حقیقت کے متلاشی لوگوں کے لئے قرآنی مطالب انتہائی قابل قبول صورت میں بیان ہوئے ہیں۔ اس بات کو مزید بہتر طور پر سمجھنے کے لئے حسب ذیل باتوں پر توجہ لازمی ہے:

الف: قرآن کریم نے کئی عقیدتی، اجتماعی، تاریخی اور عبادی مسائل میں اجمالی طریقہ اپنایا ہے۔

ب: قرآنی آیات جیسے سورہ نحل کی آیت نمبر ۴۴ اور سورہ جمعہ کی آیت نمبر ۲ کے مطابق رسول اللہؐ پر لوگوں کے لئے آیات قرآنی میں پوشیدہ حکمت بیان کرنے کی ذمہ داری ہے۔[1]

اس بناء پر رسولؐ نے بھی اللہ تعالی کے حکم کے مطابق ہر موقع پر اپنی امت کے لئے دو رویوں یعنی اقوال اور اطوار کے ذریعے آیات قرآنی کی تشریح و تفسیر کی اور قرآنی حقائق سکھانے کے سلسلے میں مسلمانوں کو

---

[1]۔ سورہ نحل کی آیت نمبر ۴۴ میں خداوند تعالی فرماتا ہے: (بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ) یعنی: اور ہم نے ان رسولوں کو معجزات اور کتابوں کے ساتھ بھیجا ہے اور آپ کی طرف بھی ذکر کو (قرآن) نازل کیا ہے تاکہ ان کے لئے ان احکام کو واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل کئے گئے ہیں اور شاید یہ اس بارے میں کچھ غور و فکر کریں. سورہ جمعہ میں بھی (... یتلوا علیھم آیاتہ و نذکیھم و کعلمھم الکتاب والحکمۃو ...) کے بیان کے ساتھ خداوند تعالی رسول اللہؐ کی دو ذمہ داریوں کے بارے میں بیان فرماتا ہے جو: آیات الٰہی کی تلاوت اور اس کتاب (قرآن) کے حقائق اور حکمت کا بیان کرنا ہے.

ہر ہر آیت کی تعلیم دی۔[۱]

پس اگر ہم مانتے ہیں کہ (اقیموا الصلاۃ و آتوا الزکاۃ)[۲] یا (اتموا الحج والعمرۃ للہ)[۳] کے بارے میں رسول اللہؐ کے قول اور فعل کو حجت مانا جاتا ہے تو پھر آیہ تطہیر[۴] کے مصداق اہل بیتؑ اور (ما انزل الیک) یعنی آیہ تبلیغ کو درخور اعتنا کیوں نہ سمجھا جائے۔ کیا یہ جائز ہے کہ ہم رسول اللہؐ کے قول اور فعل کو صرف قرآن کی چند خاص آیات تک ہی محدود رکھیں؟ یا یوں سمجھنے لگ جائیں کہ تبلیغ، اولوالامر اور تطہیر کی آیات کے بارے میں رسول اللہؐ کی تشریحات اور توضیحات نسبتاً کمتر معتبر اور غیر معروف ہیں؟ یقیناً ایسا نہیں۔ یہ وہ دلیل اور استدلال ہے جس کا استعمال امام جعفر صادقؑ نے ابوبصیر کو قانع کرنے کے لئے کیا تھا۔ اس حدیث کے مطابق ابوبصیر کہتے ہیں: ”میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا: "أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ"[۵] کی آیت کن لوگوں کے لئے نازل ہوئی؟

امامؑ نے فرمایا: ”یہ آیت حضرت علیؑ اور ان کے دو بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی۔“

ابوبصیر کہتے ہیں: میں نے دوبارہ سوال کیا: ” لوگ کہتے ہیں: اللہ نے حضرت علیؑ اور آپ کے مبارک خاندان کے ناموں کا تذکرہ قرآن

۱۔ تفسیر القرآن العظیم، ج۱، ص ۴.
۲۔ البقرہ، آیت نمبر ۴۳
۳۔ ایضاً، آیت نمبر ۱۹۶
۴۔ الاحزاب، آیت نمبر ۳۳
۵۔ النساء، آیت نمبر ۵۹

میں کیوں نہیں کیا؟

امام صادق نے فرمایا: لوگوں کو یوں جواب دو: حضورؐ پر صرف نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا یہ بتائے بغیر کہ رکعات کی تعداد کتنی ہو۔ یہ رسول اللہؐ تھے جنہوں نے نماز کی رکعات کا تعین فرمایا۔ زکات کا حکم تو نازل ہوا لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکات دی جائے۔ یہ رسول اللہؐ تھے جنہوں نے زکات کی رقم کا تعین فرمایا۔ حج کا حکم تو خدا کی طرف سے نازل ہوا لیکن اس میں نہیں بتایا گیا کہ سات مرتبہ خانہ خدا کا طواف لازمی ہے۔ یہ رسول اللہؐ ہی تھے جنہوں نے طواف کی رسومات کی توجیہہ و تشریح فرمائی۔ اسی بنیاد پر خدا کا حکم نازل ہوا کہ "اللہ کی اطاعت کرو، رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو" جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام، حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں شہادت دے رہی ہے۔ پس اسی لئے رسول اللہؐ نے فرمایا: "جس کا میں مولا ہوں، اس کا علیؑ مولا ہوگا" پھر فرماتے ہیں: "میں تم مومنین کو آگاہ کر رہا ہوں کہ خدا کی کتاب اور میرے خاندان کا ساتھ کبھی نہ چھوڑنا، کیونکہ میں نے خدا سے دعا مانگی ہے کہ قرآن اور میرا خاندان کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں جب تک کہ دونوں قیامت کے دن حوض کوثر کے کنارے مجھ سے مل جائیں، اور خدا نے میری دعا قبول فرمائی" پس جان لو کہ اگر حضورؐ خود اپنے خاندان کا تعارف نہ فرماتے تو کل کو کوئی اور خاندان دعوی کرنے لگ جاتا کہ ہم تمہارے صاحب الامر ہیں"[1]

---

[1] ۔ الکافی، ج ۱، ص ۲۸۷

مذکورہ جواب کے علاوہ بھی بعض مصلحتیں ایسی ہیں جن کے تحت اماموں کے ناموں کا ذکر قرآن میں نہیں کیا گیا مثلاً قرآنی آیات نے رسول اللہؐ کے زمانے کے حوادث، اس وقت کے لوگوں کے احوال اور واقعات ایک خاص پیرائے میں بیان کئے ہیں تاکہ لوگوں کی طرف سے ان واقعات کو جھٹلانے اور نتیجۃً قرآن کی تحریف کی کوششیں سامنے نہ آئیں اور یہی نکتہ قرآن میں اچھی اور بری شخصیات کے ناموں کے عدم ذکر کا باعث ہے اس کے علاوہ اگر قرآن نے اس لئے بھی مخصوص اشخاص اور واقعات کا نام نہیں لیا تاکہ یہ صرف ایک خاص زمانے تک موثر اور مقید ہو کر نہ رہ جائے اور ہر زمانے میں دوسرے لوگوں کو بھی یہ موقع فراہم آجائے کہ وہ بھی نیک اعمال بجالا کر ان آیات کے مصداق کہلائے جاسکیں۔ مثال کے طور پر سورہ دہر یا انسان میں موجودہ لفظ ابرار (جس کے مصداق حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ ہیں[1]) کا مصداق نیک اعمال انجام دینے والا ہر شخص ہو سکتا ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ[2]

ترجمہ: تمہارے ولی اور سرپرست وہی خدا اور اس کے رسولؐ ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہی جو نماز بپا کرتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکات دیتے ہیں۔

---

[1] ۔ دیکھئے: الکشاف، ج ۴، ص ۶۷۰؛ مفاتیح الغیب، ج ۳۰، ص ۲۴۴؛ انوار التنزیل، ج ۲، ص ۵۵۲؛ مجمع البیان، ج ۱۰، ص ۶۱۱

[2] ۔ ہمان ۲/۱۸، باب دعائم الاسلام روایت ۵

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے زمخشری پہلے اس ایت کی شان نزول کو حضرت علیؑ کے بارے میں بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد اس بارے میں پیدا ہونے والے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ: اگر کوئی پوچھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہو جبکہ "الذین" جمع کا صیغہ ہے، تو کہیں گے: اگرچہ یہ آیت ایک فرد خاص کے لئے نازل ہوئی ہے لیکن اس میں جمع کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے تاکہ ایسے کاموں کی طرف دوسرے لوگوں کو بھی ترغیب دی جاسکے اور وہ بھی ایسے کاموں کی انجام دہی کے بعد حضرت علیؑ کو حاصل ہونے والے ثواب سے بہرہ مند ہوں۔"[1]

زمخشری کی بات بالکل درست ہے البتہ ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ میں اور کسی نے رکوع کی حالت میں زکات نہیں دی۔

۴ ـ ۴: پیغمبرؐ حضرت علیؑ کی ولایت کے اعلان سے خوفزدہ کیوں تھے؟

ہرچند رسول اللہؐ نے اپنے صحابیوں کے درمیان کئی مرتبہ حضرت علیؑ کی افضیلت اور دوسروں پر ان کی برتری کا برملا اظہار فرمایا لیکن اس کے باوجود درج ذیل دلائل کی بناپر حضرت علیؑ کی رہنمائی کی مخالفت کا امکان اپنی جگہ موجود رہا:

الف: پیغمبرؐ کے دوسرے صحابیوں کے درمیان حضرت علیؑ کو وہ خاص مقام حاصل تھا جو کسی اور کے حصے میں آنا ممکن نہیں تھا۔ حضرت

---

[1] ۔ الکشاف، ۱/۶۴۹؛ نیز دیکھئے: مدارک التنزیل و حقائق التاویل، ج۱، ص ۴۱۸

علیؑ نے خود اپنی ستر فضیلتیں گنوائی ہیں۔[1] ان فضیلتوں میں سے ایک فضیلت حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہونے والی آیات ہیں۔ نمونے کے طور پر ہم یہاں لیلۃ المبیت، ولایت، مباہلہ، تطہیر، اولوالامر، تبلیغ، سقایۃالحاج، مودت، نجوی، خیر البریہ والی آیات کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں۔

بدر، احد، احزاب اور فتح مکہ جیسے اہم معرکوں اور واقعات میں انتہائی مرکزی اور فاتحانہ کردار، مشرکین کے درمیان سورہ توبہ کے ابتدائی آیات کی تبلیغ، یمن کے سفر، جنگ تبوک کے وقت مدینہ میں رہ جانے اور مباہلہ کے واقعے میں شرکت سے حضرت علیؑ کی عظمت کے چند اور گوشے واضح ہوتے ہیں۔ سعد بن ابی وقاص کی معاویہ کے ساتھ گفتگو کے مطابق (جس کا ذکر صحیح مسلم میں بھی موجود ہے) حضرت علیؑ تین خاص فضیلتوں کے مالک تھے جن میں سے اپنے لئے کسی ایک کو بھی (اگر اسے حاصل ہو جاتا تو) وہ سرخ بالوں والے اونٹوں سے زیادہ بہتر سمجھتا تھا۔ سعد ابن ابی وقاص کی نظر میں یہ تین فضیلتیں جنگ خیبر میں حضرت علیؑ کا مرکزی کردار، مباہلہ کے واقعے میں آپؑ کی شرکت اور آپؑ کے بارے میں حدیث منزلت کا صادر ہونا تھیں۔[2]

لازمی ہے کہ حضرت علیؑ کی ذات مبارک میں ایسی فضیلتوں کی موجودگی مختلف اشخاص کی طرف سے دشمنی اور حسد پر منتج ہوئی جو بعض

---

[1] ۔ البرہان فی تفسیر القرآن، ج ۴، ص ۳۹، آیہ نجوی کی تفسیر کے ذیل میں، ان ستر فضائل کے لئے دیکھئے: البیان الجلی فی افضلیۃ مولی امیر المومنین، ص ۲۳۰، افضائل السبعین التی تفرد علی ولیس لاحد فیھا نصیب کے عنوان کے ساتھ .

[2] ۔ صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۸۷۱

موقعوں پر آپؐ کی برائی کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ ایسی صورت میں حضورؐ کی رحلت کے بعد حضرت علیؑ کی رہبری اور امامت و ولایت کا اعلان کے کیسے خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے تھے؟!

ب: ہم جانتے ہیں کہ مختلف جنگوں (جیسے جنگ بدر، جنگ احد اور جنگ حنین) کے دوران حضرت علیؑ نے قریش اور شرک و کفر سے تعلق رکھنے والے کئی بڑے بڑے پہلوانوں کو پچھاڑ دیا جن کی نسل بعد میں اسلام سے منسلک ہو گئی۔ یہ کوئی ایسی چھوٹی بات نہیں تھی کہ جسے وہ فوراً فراموش کر سکتے وہ بھی ایک ایسے عرب قبیلے میں جہاں جن کے اتحاد کی سب سے بڑی علامت تھی ان کا خونی، قومی اور قبائلی رشتہ۔ اس لئے خانہ خدا سے بتوں کی صفائی اور قریش کے بزرگوں جیسے ابوسفیان کے مسلمان ہونے کے باوجود قریش بالخصوص بنی امیہ کے دل میں رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ کے لئے کینے اور حسد کی آگ روشن ہی رہی اور وہ ہمیشہ اس انتظار میں رہے کہ کسی نہ کسی طرح رسول اللہؐ اور آپؐ کے مبارک خاندان سے اس چیز کا انتقام لے سکیں۔

رسول اللہؐ کی رحلت اس بات کا ثبوت ہے جہاں قریش نے نہ صرف اسلامی معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں میں اہم کردار ادا کیا بلکہ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ ساتھ دیگر انصار کو بھی ان کے جائز حقوق سے محروم کر دیا۔ ایسی صورت میں حضرت علیؑ کی رہنمائی کا اعلان جو حضورؐ کے بعد ان کے مشن کو آگے بڑھانے کے مترادف تھا قریشی مخالفین کو گوارا نہ تھا اور پیغمبرؐ اس بات سے خوفزدہ تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس اعلان کے ساتھ وہ اپنی بغاوت کا برملا اظہار کرنے لگ

جائیں، ساتھ ہی انہیں اس کام سے منافقین کی حضرت علیؑ کی ولایت کے خلاف کوششوں اور سازشوں کاخوف بھی لاحق تھا۔

ج: حضورؐ اپنے زمانے ہی میں حضرت علیؑ کو ایک مومن اور خود کو سازشوں سے دور رکھنے والے انسان کے طور پر متعارف کراچکے تھے۔ حضورؐ حضرت علیؑ کے بارے میں یوں دعافرماتے ہیں:

اللهم ادر الحق معه حيث دار[1]

ترجمہ: اے اللہ! حق کو ہمیشہ علیؑ کے ہمراہ قرار دے۔

اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت علیؑ ایک مجسم ایمان، حق اور حقیقت کے محور ومرکز تھے اور خدا کی راہ اور پیغمبرؐ کی خوشنودی کے لئے سخت سے سخت کام سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ لازمی ہے کہ ایک ایسی شخصیت کا وجود کئی بیمار ذہنیت اور نفاق برپا کرنے والے لوگوں کے لئے قابل تحمل نہ تھا۔ رفتہ رفتہ حضرت علیؑ مومنوں اور منافقین کو پرکھنے کا معیار بن گئے۔ جیسا کہ ابو سعید خدری کہتے ہیں: "ہم انصار منافقوں کو حضرت علیؑ سے رکھنے والی دشمنی سے پہچانتے تھے۔"[2]

پس حضرت علیؑ کی ایسی شخصیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے پیغمبرؐ جانتے تھے کہ آپؐ کا اپنے جانشین کے طور پر تعارف اور اعلان مختلف دشواریوں کو جنم دے سکتا ہے۔ مخصوصاً جب پیغمبرؐ خود دیکھ رہے تھے کہ بعض بیمار ذہنت رکھنے والے لوگ دوسروں کو یہ کہہ کر گمراہ کر

---

[1]۔ سنن ترمذی، ج۵، ص ۵۲۲

[2]۔ ایضاً، ص ۵۹۳

رہے تھے کہ رسول اللہؐ اپنی قرابت داری کے پیش نظر اپنے چچازاد بھائی اور داماد کی طرفداری فرمارہے ہیں۔[1] ساتھ ہی حضرت علیؑ کے مخالفین کی باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؑ کو امامت سے دور رکھنے کی وجہ سے آپؑ کی کمسنی کا بہانہ بنایا۔[2]

ناگفتہ نہ رہے کہ پیغمبرؐ اسلامی اصولوں کے اجراء اور دور جاہلیت کی پیداوار نظام کی بیخ کنی کے لئے ہمیشہ اس کوشش میں رہتے کہ اہم دینی امور زیادہ سے زیادہ لائق نوجوانوں کے سپرد کردیے جائیں لیکن اکثر اوقات اس کا نتیجہ حضورؐ کی توقعات کے برعکس نکلتا اور لوگ منفی رد عمل کا اظہار کرتے۔ مثال کے طور پر رسول اللہؐ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری دنوں کے دوران مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اسامہ بن زید کے لشکر میں شامل ہوکر تبوک کی طرف سفر کریں، لیکن مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے حضورؐ کے حکم کی یہ کہہ کر خلاف ورزی کی کہ حضورؐ نے ایک کمسن نوجوان کو مہاجرین اور انصار کا امیر بنایا ہے۔ لیکن حضورؐ نے اپنے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں پر لعنت بھیجی اور بیماری کے باوجود مسجد میں تشریف لاکر یوں فرمایا:

"ہاں اے لوگو! میں سپاہیوں کی دیر سے روانگی پر ناراض ہوں۔ گویا اسامہ کا تم لوگوں پر حاکمیت کئی لوگوں کو ناگوار گزرا ہے اور تم میں سے کئی لوگوں نے اس بات پر اعتراض کیا ہے، لیکن تمہارا اعتراض اور مخالفت کوئی نئی چیز نہیں۔ تم لوگوں نے اس سے پہلے اس کے والد

---

[1]۔ التفسیر الکاشف، ج ۳، ص ۹۷

[2]۔ دیکھئے: الغدیر، ج ۲، صص ۷۰۳ اور ۱۷۳، شرح ابن ابی الحدید سے منقول.

"زید" کی حاکمیت کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔ خدا کی قسم! اس کا باپ بھی اس منصب کے لئے موزوں تھا اور وہ خود بھی اس منصب پر فائز ہونے کے لئے انتہائی مناسب ہے۔"[1]

جنگ تبوک کے موقع پر بھی رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو اپنی جگہ مدینے میں رہنے کی ہدایت دی اور خود سپاہیوں کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ منافقین جو حضرت علیؑ کی مدینے میں موجودگی کو اپنی چالوں کی راہ میں ایک رکاوٹ اور دیوار سمجھتے تھے، یہ کہہ کر حضرت علیؑ پر اعتراض کرنے لگے کہ حضورؐ نے انہیں عورتوں اور بچوں کے ساتھ شہر میں چھوڑ دیا ہے اور انہیں اپنے ساتھ لے جانے سے احتراز فرمایا ہے۔ جب حضرت علیؑ نے ان باتوں کی شکایت حضورؐ سے کی تو حضورؐ نے انہیں مدینہ میں رہنے کی تاکید کرتے ہوئے ان کی تسلی کے لئے یوں فرمایا:

انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی[2]

ترجمہ: کیا تم خوش نہیں ہو کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھا، اس فرق کے ساتھ کہ میرے بعد کوئی اور پیغمبر نہیں آئے گا۔

یہ ایک فطری امر ہے کہ جب رسول اللہؐ کے اپنے زمانے میں بھی مختلف افراد بالخصوص حضرت علیؑ کی بطور جانشین تقرری کے بارے

۱۔ السیرة النبویة، ج ۴، ص ۳۰۰؛ تاریخ الیعقوبی، ج ۲، ص ۱۱۳؛ سیرة المصطفیٰ، ص ۷۰۵ – ۷۱۰، جیش اسامہ کے عنوان کے ساتھ۔

۲۔ صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۸۷۱؛ السیرة النبویہ، ج، ص ۱۶۳؛ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۰۴؛ ارشاد مفید، ج ۱، ص ۲۰۶

میں ایسی صورتحال سامنے آسکتی ہے تو حضرت علیؑ کو دائمی طور پر اپنا جانشین منتخب کرنے کے بعد کتنی شدید مخالفت کے امکانات جنم لے سکتے تھے اور یہی حقیقت رسول اللہؐ کی پریشانی کا باعث بنی ہوئی تھی اور انہیں خدا کے حکم کے ابلاغ کے بارے میں متردد کئے ہوئے تھی یہاں تک کہ خداوند تعالی نے (واللہ یعصمک من الناس) کہہ کر انہیں بتایا کہ وہ رسالت الٰہی ادا کرنے میں عذر سے کام نہ لیں ورنہ ان کی رسالت ناقص اور ادھوری ہی رہ جائے گی۔

۴ ۔ ۵ ۔حدیث غدیر میں "مولا" کے کیا معنی ہیں؟

شیعہ اور سنی فرقوں کے درمیان کافی عرصے سے چلنا والا ایک اور مسئلہ لفظ "مولا" کے معنی کے بارے میں ہے۔ شیعہ فرقے کے مطابق (من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ) کی عبارت میں مولا کا مطلب تصرف کرنے کا زیادہ حقدار اور رہنما ہے۔ جبکہ اہل سنت کے مفسرین کے مطابق اس لفظ کے معنی دوست اور مددگار کے ہیں۔

صاحب تفسیر المنار اس بارے میں یوں لکھتے ہیں: "اہل سنت کے عقیدے کے مطابق حدیث غدیر خم کا تعلق حکومتی ولایت (جو امامت یا خلافت پر مشتمل ہے) سے نہیں کیونکہ یہ لفظ قرآن میں ان معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ اس حدیث میں ولایت کا مطلب کامیابی اور مودت کے ہیں جس کا استعمال خداوند متعال نے (بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ)[1] کی تعبیر کے ساتھ کافروں اور مومنوں کے لئے کیا ہے۔ اس

[1] ۔المائدہ، آیت نمبر ۵۱

بناء پر اس حدیث کا مطلب کچھ یوں ہوگا: جس کا میں دوست اور مددگار ہوں، اس کے علیؑ بھی دوست اور مددگار ہوں گے۔ یا: جو مجھے دوست رکھتا ہے اور میری مدد کرتا ہے، چاہیے کہ وہ علیؑ کو بھی دوست رکھے اور اس کی مدد کرے۔"[1]

اس نظریے پر تنقید کرتے ہوئے یوں کہنا چاہیے: مولا کا لفظ عرب زبان میں کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جن میں سے چند ایک جیسے معنی فرمانبردار، ولی امر، باگ ڈور سنبھالنے والے اور منصب کے عہدہ دار کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ اور جہاں ایک لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے وہاں اس کے صحیح معنوں تک پہنچنے کے لئے عام ادبی قاعدوں، قرینوں اور کلام اور سخن کے داخلی اور خارجی پہلوئوں کے پیش نظر اس کے صحیح معنوں کا تعین کیا جاتا ہے۔ اور حدیث غدیر میں موجود قرینوں کے پیش نظر یہاں اس لفظ کے معنی سرپرست اور رہبر کے علاوہ کچھ اور نہیں ہونے چاہئیں۔ ان قرینوں کی تعداد بہت ہے اور علامہ امینی مرحوم نے اپنی کتاب "الغدیر" میں بیس قرینوں کے نام گنوائے ہیں۔[2] یہاں ہم اہم ترین قرائن کی طرف اشارہ کررہے ہیں:

الف: صاحب المنار کے نظریے کے برعکس لفظ "مولا" نہ صرف لغوی حیثیت سے اولی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے بلکہ قرآن کریم میں بھی یہ لفظ "اولی" کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس بات کا ثبوت سورہ حدید کی آیت نمبر ۱۵ ہے جس میں خداوند تعالی فرماتا ہے:

---

[1] ۔ تفسیر المنار، ج۶، ص ۴۶۵

[2] ۔ الغدیر، ج۲، ص ۳۳۹ ۔ ۳۶۴، قرائن معینہ کے عنوان کے ساتھ۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

ترجمہ: تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کفار سے۔ تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے وہی تم سب کا صاحب اختیار ہے اور تمہارا بدترین انجام ہے۔

جیسا کہ دیکھا جا سکتا ہے کہ یہاں لفظ "مولا" کے معنی دوست یا مدد کرنے والے کے نہیں ہو سکتے بلکہ اولی اور زیادہ بہتر کے معنوں میں ہے۔ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے زمخشری نے (ھی مولاکم) کے بارے میں لکھا ہے: (ھی اولی بکم) اور اس کے بعد اس بارے میں لبید کے اشعار نقل کئے ہیں۔[1] طبرسی نے بھی (ھی مولاکم) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: (ھی اولی بکم لما اسلفتم من اللذنوب)[2] **یعنی:** "تمہارے لئے آگ زیادہ بہتر ہے تمہارے ان گناہوں کے لئے جو تم نے انجام دئے۔" اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نام ایسے ہیں جنہوں نے لفظ "مولا" کے معنی "اولی" کے لئے ہیں اور مذکورہ آیت کی تفسیر کی ہے۔[3]

ب: واقعہ غدیر کے فلسفے پر ہونے والی بحث کے مطابق حضرت علیؑ کی مومنوں سے دوستی اور اس کے برعکس مومنوں کے دلوں میں حضرت علیؑ کے لئے مودت کے جذبات کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا

[1] ۔ الکشاف، ج ۴، ص ۴۷۶
[2] ۔ مجمع البیان، ج ۹، ص ۳۵۵
[3] ۔ الغدیر، ج ۲، ص ۲۹۷ ـ ۳۰۱، "مفعل، افعل کے معنوں میں" کے عنوان کے تحت.

جس پر اتنی شدید تاکید کی ضرورت پیش آسکے۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ [1]

ترجمہ: مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے ولی اور مددگار ہیں۔

اس سے بھی واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ [2]

ترجمہ: مومنین آپس میں بالکل بھائی ہیں۔

ان حقائق کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ آخر اس بات کی ضرورت ہی کیا تھی کہ صرف حضرت علیؑ کی دوستی کی دعوت دینے کے لئے رسول اللہؐ غدیر خم کے تپتے بیاباں میں مسلمانوں کے ایک عظیم مجمع کو رکنے کا حکم فرماتے؟!

ج: اس سے پہلے کہ رسول اللہؐ حضرت علیؑ کو لوگوں کے ولی کے طور پر متعارف کراتے، یوں فرماتے ہیں: (الست اولی بکم من انفسکم)

"کیا میں تم میں تمہاری نسبت زیادہ اولویت نہیں رکھتا؟"

اور جب لوگ یہ اقرار کرچکے کہ پیغمبرؐ ان کی نسبت زیادہ سزاوار ہیں، تو آپؐ نے فرمایا: (من کنت مولاہ فھذ علی مولاہ)

علامہ امینی کے مطابق تقریباً تمام اسکالرز نے ــ جہنوں نے حدیث

---

[1] ۔ التوبہ: آیت نمبر ۷۱

[2] ۔ الحجرات: آیت نمبر ۱۰

غدیر روایت کی ہے ـ اس حدیث کی شروعات (الست اولی بکم من انفسکم) سے ہی کی ہے۔[1]

رسول اللہؐ کے اس جملے کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا یقینی ہو جاتا ہے کہ اس جملے میں ولی کے معنی "اولی" ہی ہیں، کیونکہ رسول اللہؐ کا کلام ان اختیارات کی طرف اشارہ کرتا ہے جو (النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ...)[2] کے مطابق خدا نے اپنے رسول کے لئے قرار دیئے ہیں۔ (الست اولی بکم من انفسکم) کو جو غدیر خم کے مقام پر رسول اللہؐ کے خطبے کا ایک یقینی حصہ ہے، دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حصہ لفظ "مولا" کے تصرف کے حقدار اور سرپرست کے معنوں میں استعمال کو سمجھنے کا اہم ترین قرینہ ہے۔ یہ وہ مفہوم ہے کی طرف شیعہ اسکالرز جیسے شیخ صدوق نے اپنی کتاب معانی الاخبار میں توجہ دی ہے۔[3]

اپنی ایک دلیل کے طور پر علامہ امینی لکھتے ہیں: اگر ہم یہ مان لیتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اپنے خطبے میں مولا کے (الست اولی بکم من انفسکم) میں استعمال ہونے والے معانی کے علاوہ کچھ اور معنی لئے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضورؐ کی درج بالا عبارت میں لفظوں کا آپس میں ربط ختم ہو جائے گا اور آپؐ کی عبارت بلاغت کے معیار سے گر جائے گی، جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ افصح بلغاء اور عربی زبان میں کلام کرنے والے بلیغ ترین انسان ہیں۔ اس لئے ہمارے پاس اس

---

[1] ۔ الغدیر، ج ۲، ص ۳۴۰؛ اہل سنت کے ۶۴ بزرگوں سے منقول

[2] ۔ احزاب، ۶.

[3] ۔ معانی الاخبار، ص ۶۵، نبیؐ کے قول: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے معنی.

کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم آنحضرتؐ کے کلام کو مکمل طور پر مربوط مانتے ہوئے لفظ "مولا" کے معنی کو اس خطبے کے شروع میں استعمال ہونے والے لفظ کے لیں اور ایک ایسے کلام کا حق بھی یہی بنتا ہے جس کا سرچشمہ وحی الٰہی ہو۔[۱]

د: غدیر خم کے اختتام پر حضرت علیؑ کو ملنے والی مبارکباد بالخصوص عمر اور ابوبکر کی طرف سے ملنے والی مبارکباد سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ حضرت علیؑ کی مسند خلافت کے لئے چُنے جانے کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔ کیونکہ حضرت علیؑ سے دوستی کا اعلان اس بات کا متقاضی تھا ہی نہیں کہ وہاں موجود تمام مسلمان انہیں مبارکباد پیش کرتے۔ تاریخی روایات کے مطابق، عمر حضرت علیؑ سے ملا اور کہا:

هنيئاً لك يا بن ابي طالب اصبحت مولای و مولا كل مومن و مومنة

یعنی: تمہیں یہ مقام مبارک اور گوارا ہو، اب سے تم میرے اور ہر مرد اور عورت کے مولا ہو۔[۲]

اسی طرح کا ایک جملہ ابوبکر سے بھی منقول ہے۔

شیخ مفید لکھتے ہیں کہ: جب پیغمبرؐ حضرت علیؑ کو اپنے جانشین کے طور پر متعارف کرا چکے تو ظہر کی نماز ادا فرمائی اور نماز کے بعد اپنے خیمے میں ایک چادر پر بیٹھ گئے اور حضرت علیؑ کو اپنے برابر ایک اور چادر پر بیٹھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد لوگوں کو حکم دیا کہ وہ گروہوں کی صورت میں آئیں اور حضرت علیؑ کو اس تازہ منصب اور لوگوں کے امیر اور

---

[۱]۔ الغدیر، ج ۲، ص ۳۴۱

[۲]۔ تفسیر مفاتیح الغیب، ج ۱۲، ص ۵۰

فرمانروا منتخب ہونے پر مبارکباد پیش کریں۔ لوگوں نے یونہی کیا۔ اس کے بعد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وہاں موجود اپنی بیویوں اور دیگر مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ بھی حضرت علیؑ کے امیر المومنین بننے پر انہیں مبارکباد پیش کریں۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ وہ شخص جس نے دوسروں کی نسبت زیادہ خوشی کا اظہار کیا اور سب سے زیادہ لفظوں میں مبارکباد دی، عمر تھا، جس نے حضرت علیؑ سے کہا: : تمہیں یہ مقام مبارک اور گوارا ہو، اب سے تم میرے اور ہر مرد اور عورت کے مولا ہو۔[1]

ھ۔ اس بارے میں لکھے جانے والے مختلف اشعار کو ایک اور گواہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جو یہ دکھاتے ہیں کہ ان اشعار کے لکھنے والے شعراء نے لفظ "مولا" کے معنی امامت اور رہبری کے علاوہ کچھ اور نہیں لئے۔ مثال کے طور حسان بن ثابت کے اشعار میں آیا ہے:

فقال له قم یا علی فاننی رضیتک من بعدی اماماً وهادیاً[2]

یعنی: پیغمبرؐ نے فرمایا: اے علیؑ اٹھ کہ میں نے تمہیں اپنے بعد امام اور ہدایت کرنے والا مقرر کر دیا ہے۔

مذکورہ اشعار کے علاوہ صحابیوں سے منقول ایسی روایات بھی بہت ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ آیہ تبلیغ کے نزول اور غدیر کے واقعے کے بعد حضرت علیؑ لوگوں کے مولا اور رہبر مقرر ہوئے۔

ابن مسعود سے روایت کرتے ہوئے سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن مسعود

---

[1] ۔ ارشاد شیخ مفید، ج۱، ص ۲۳۸

[2] ۔ اعلام الوری، ج۱، ص ۲۶۳؛ ارشاد مفید، ج۱، ص ۲۴۰

نے کہا: رسول اللہؐ کے زمانے میں ہم آیہ تبلیغ کی تلاوت یوں کیا کرتے تھے: (يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ...) — ان علياً مولى المومنين — (وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ) [1] یقیناً (ان علياً مولى المومنين) سے ابن مسعود کا مقصد مذکورہ آیت کا کوئی حصہ کاٹنے کی بجائے (مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ) کی وضاحت کرنا تھا۔ [2]

و: غدیر خم کے واقعے کے بعد (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا) [3] والی آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کا نزول ایک اور نشانی ہے اس کی کہ حدیث میں لفظ "مولا" کے معنی صرف رہبر اور سرپرست کے ہیں۔

بعض روایات میں "ولایت" کے لفظ کا استعمال ایک اہم فریضے کے طور پر دیگر فرائض جیسے نماز، زکات، حج اور روزہ کے ہوا ہے بلکہ بعض مقامات پر ان سے بھی افضل سمجھا گیا ہے۔ امام باقرؑ کی اس حدیث کے مانند جس میں امامؑ فرماتے ہیں:

(بنى الاسلام على خمس: على الصلاة والزكاة والصوم والحج والولاية ولم يناد بشىء كما نودى بالولاية) [4] ایک اور روایت میں امام محمد باقرؑ ولایت کو آخری دینی فریضے کے طور پر بیان فرماتے ہیں جس

---

[1] ۔ سیوطی، ج ۲، ص ۲۹۸؛ نیز دیکھئے: فتح القدیر شوکانی، ج ۱، ص ۶۰

[2] ۔ الدر المنثور، ج ۲، ص ۲۹۸؛ نیز: القرآن الکریم اور روایات المدرستین، ج ۲، ص ۱۹۱

[3] ۔ سورہ مائدہ، آیت نمبر ۳۔

[4] ۔ الکافی، ج ۲، ص ۱۸

کے ساتھ ہی دین بھی کامل ہو جاتا ہے۔[1] اگر ہم مولا کو دوست اور ولایت کو دوستی کے معنوں میں لیتے ہیں تو ان کا بیان آیہ تبلیغ سے پہلے دیگر آیات میں بھی آیا ہے، سو اس آیت میں اس موضوع کے دوبارہ ذکر کے ساتھ دین کے مکمل ہونے کا کوئی ربط ہی نہیں۔ اس کے برعکس ہم جانتے ہیں کہ کمال دین کا تعلق پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد آپؐ کے جانشین کے انتخاب سے ہے جس کا فیصلہ غدیر خم کے واقعے میں کیا گیا اور ہر چند حضرت علیؑ کی دوستی انتہائی اہمیت کی حامل ہے، اس کے باوجود اس کا تعلق دین کے مکمل ہونے سے کسی طرح بھی نہیں۔ اسی لئے آیہ اکمال دین کے نزول کے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا:

(اللہ اکبر! اللہ اکبر! علی اکمال الدین و اتمام النعمة و رضا الرب برسالتی وولایة علی بن ابی طالب من بعدی)[2]

اور اس جملے میں رسول اللہؐ کی رسالت کے دوران حضرت علیؑ کی ولایت کی بات ہوئی ہے جو خود لفظ "ولایت" کے لئے رہبری کے معنوں کی ایک اور نشانی ہے۔

---

[1] ۔ ایضاً، ج ۲، ص ۲۸۹

[2] ۔ اعلام الوری، ج ۱، ص ۲۶۳؛ تفسیر مجمع البیان، ج ۳، ص ۲۶۴

حوالہ جات:

۱) قرآن کریم

۲) الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، محمد بن محمد معروف بہ شیخ مفید، ترجمہ سید ہاشم رسولی محلاتی، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، ۱۳۸۰ھ ش۔

۳) اعلام الوری باعلام الھدی، فضل بن حسن طبرسی، تحقیق و نشر موسسہ آل البیت، ۱۴۱۷ھ ق۔

۴) الاتقان فی علوم القرآن، جلال الدین سیوطی، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، قم، منشورات رضی، بیدار، عزیزی، ۱۳۶۳ھ ش۔

۵) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، عزالدین بن الاثیر، بیروت، دارالفکر، ۱۴۰۹ھ ق۔

۶) انوار التنزیل و اسرار التاویل، عبداللہ بن عمر --- بیضاوی، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۰۸ھ ق۔

۷) البرھان فی تفسیر القرآن، سید ھاشم بحرانی، قم، موسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، ۱۳۷۰ھ ق۔

۸) البرھان فی علوم القرآن، محمد بن عبداللہ زرکشی، بیروت، دارالمعرفھ، ۱۳۹۱ھ۔ق۔

۹) قرآن میں قرآنی حوالوں سے اہل بیتؑ کی شخصیات کا مطالعہ، ولی اللہ نقی پور، مرکز آموزش مدیریت دولتی، ۱۳۷۷ھ ش۔
۱۰) بحار الانوار الجامعۃ لدرر الاخبار الائمۃ الاطھار، محمد باقر مجلسی، بیروت، دارالوفاء، ۱۴۰۳ھ ق۔
۱۱) البحر المحیط فی التفسیر، محمد بن یوسف معروف بہ ابوحیان توحیدی، بیروت، دارالفکر، ۱۴۱۲ھ ق۔
۱۲) البیان الجلی فی افضلیۃ مولی امیر المومنین، ابن رویش، تحقیق سید مہدی رجائی، بیروت، دارالثقلین، ۱۴۱۵ھ ق۔
۱۳) قرآن کا پیغام، آیۃ اللہ مکارم شیرازی و معاونین، قم، انتشارات نسل جوان، ۱۳۷۴ھ۔ش۔
۱۴) قرآن کی ترتیب کے بارے میں ایک تحقیق، عبدالہادی فقھی زادہ، نشر جہاد دانشگاہی، ۱۳۷۴ھ۔ش۔
۱۵) قرآن کی تاریخ، محمد رامیار، انتشارات امیر کبیر، ۱۳۶۲ھ ش۔
۱۶) تفسیر القمی، علی بن ابراہیم قمی، قم، موسسہ دارالکتاب، ۱۳۶۷ھ ش۔
۱۷) تفسیر العیاشی، محمد بن مسعود عیاشی، بیروت، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، ۱۴۱۱ھ ق۔

۱۸) تفسیر المراغی، احمد مصطفیٰ مراغی، بیروت، دارالفکر، بی تا۔
۱۹) تفسیر ہدایت، سید محمد تقی مدرسی، ترجمہ عبدالمحمد آیتی، مشہد، بنیاد پژوہش ھای اسلامی، ۱۳۷۷ھ ش۔
۲۰) التبیان الجامع لعلوم القرآن، محمد بن حسن طوسی، بیروت، داراحیاء التراث العربی، بی تا۔
۲۱) تفسیر القرآن الحکیم معروف بہ تفسیر المنار، شیخ محمد عبدہ و سید محمد رشید رضا، بیروت، دارالفکر، بی تا۔
۲۲) التفسیر الکاشف، محمد جواد مغنیہ، بیروت، دارالعلم للملایین، ط ۳، ۱۹۸۰ عیسوی۔
۲۳) تفسیر کاشف، سید محمد باقر حجتی اور عبدالکریم بے آزار شیرازی، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، ۱۳۶۶ھ ش۔
۲۴) تفسیر القرآن العظیم، اسماعیل بن کثیر دمشقی، بیروت، دارالمعرفۃ، ۱۴۰۹ھ ق۔
۲۵) تاریخ الیعقوبی، احمد بن ابی یعقوب، بیروت، دار صادر، بی تا۔
۲۶) تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری، بیروت، دار التراث العربی، ۱۳۸۷ھ ق۔
۲۷) تفصیل وسائل الشیعۃ الی تحصیل مسائل الشریعۃ، محمد بن الحسن (الحر العاملی) تہران، اسلامیہ بک سیلرز، ۱۳۶۷، ھ ش۔

۲۸) تہذیب التہذیب، احمد بن علی ---عسقلانی، بیروت، دارالفکر، ۱۴۰۴ھ ق۔
۲۹) الجامع لاحکام القرآن، محمد بن احمد انصاری، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۵۔
۳۰) جوامع الجامع، فضل بن حسن طبرسی، بیروت، دارالاضواء، ۱۴۱۲ھ ق۔
۳۱) الجواھط الحسان فی تفسیر القرآن، عبدالرحمٰن ثعالبی، بیروت، المکتبۃ العصریھ، ۱۴۱۷ھ ق۔
۳۲) خصائص امیر المومنین علی بن ابی طالب معروف بہ خصائص نسائی، احمد بن شعیب نسائی، تحقیق سید جعفر حسینی، قم، دارالثقلین، ۱۴۱۹ھ ق۔
۳۳) الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، جلال الدین سیوطی، منشورات مکتبۃ آیت اللہ مرعشی نجفی، ۱۴۰۴ ھ ق
۳۴) روح المعانی فی تفسیر القرآن واسبع المثانی، محمود آلوسی بغدادی، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ ھ ق۔
۳۵) السیرۃ النبویۃ معروف بہ سیرہ ابن ہشام، محمد بن ہشام، بیروت، دارالقلم، بی تا۔
۳۶) سنن ترمذی (الجامع الصحیح)۔ محمد بن عیسی ترمذی، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، بی تا۔

۳۷) سنن دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، نشر استنبول ۱۴۱۰ھ۔ق۔
۳۸) سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید قزوینی، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، بی تا۔
۳۹) سنن النبی، بہ اہتمام کاظم مدیر شانہ چی، انتشارات بنیاد پژوہش ہای اسلامی، بی تا۔
۴۰) سیرۃ المصطفیٰ، ہاشم معروف حسنی، قم، منشورات رضی، ۱۴۱۳ھ ق۔
۴۱) شواھد التنزیل لقواعد التفصیل فی ۔۔۔، عبیداللہ بن عبداللہ معروف بہ حاکم حسکانی، تحقیق محمد باقر محمودی، بیروت، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، ۱۳۹۳ھ ق۔
۴۲) ۴۲۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، بیروت، دارالقلم، ۱۴۰۷ھ ق۔
۴۳) صحیح مسلم، مسلم بن حجاج، بیروت، داراحیاء التراث العبی، ۱۳۷۶ھ ق۔
۴۴) الصافی فی تفسیر القرآن، محمد بن مرتضی (فیض کاشانی)، دارالکتب الاسلامیۃ، ۱۳۷۷ھ ش۔
۴۵) الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب، عبدالحسین امینی، ترجمہ محمد تقی واحدی، کتابخانہ بزرگ اسلامی، بی تا۔
۴۶) غرائب القرآن و رغائب الفرقان، نظام الدین نیشاپوری، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۶ھ ق۔

۴۷) فتح القدیر الجامع بین فینی الدرایۃ و الروایۃ، محمد علی شوکانی، بیروت، دار المعرفۃ، بی تا۔
۴۸) تاریخ اسلام کے منارے، جعفر سبحانی، نشر مشعر، ۱۳۷۵ھ ش۔
۴۹) القرآن الکریم و روایات المدرستین، سید مرتضی عسکری، تہران، المجمع العلمی الاسلامی، ۱۴۱۵ھ ق۔
۵۰) الکافی، محمد بن یعقوب کلینی، تحقیق علی اکبر غفاری، تہران، دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۳۶۳ھ ش۔
۵۱) الکشاف عن غوامض التنزیل و ---- جار اللہ محمود زمخشری، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ ش۔
۵۲) لباب التاویل فی معانی التنزیل معروف بہ تفسیر خازن، علاء الدین علی بن محمد مشہور بہ خازن، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ ق۔
۵۳) مجمع البیان لعلوم القرآن، فضل بن حسن طبرسی، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۴۰۸ھ ق۔
۵۴) المیزان فی تفسیر القرآن، سید محمد حیسن طباطبائی، بیروت، موسسۃ الاعلمی المطبوعات، ۱۳۹۳ھ ق۔
۵۵) معانی القرآن، محمد باقر بہبودی، چاپخانہ اسلامیہ، ط ۲، ۱۳۷۲ھ ش۔
۵۶) مفاتیح الغیب، محمد بن عمر معروف بہ فخر رازی، قم، مکتبۃ الاعلام الاسلامی، ۱۴۱۳ھ ق۔

۵۷) مدارک التنزیل و حقایق التاویل معروف بہ تفسیر نسفی، عبداللہ بن احمد نسفی، بیروت، دارالنفائس، ۱۴۱۶ ھ ق۔
۵۸) معالم التنزیل معروف بہ تفسیر بغوی، حسین بن مسعود مشہور بہ فراء بغوی، بیروت، دارالمعرفۃ، ۱۴۱۵ھ ق۔
۵۹) من لایحضرہ الفقیہ، ابو جعفر محمد بن علی معروف بہ شیخ صدوق، بیروت، دارالاضواء، ۱۴۰۵ھ ق۔
۶۰) معانی الاخبار، ابو جعفر محمد بن علی، بیروت، دارالمعرفۃ، ۱۳۹۹ھ ق۔
۶۱) مسند احمد بن حنبل، احمد بن حنبل، اردن، بیت الافکار الدولیۃ، ۲۰۰۵ عیسوی
۶۲) المستدرک علی الصحیحین، محمد بن عبداللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری، بیروت، دارالفکر، ۱۴۲۲ھ ق۔
۶۳) المعجم الاوسط، سلیمان بن احمد طبرانی، ریاض، مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ ق۔
۶۴) نور الثقلین، عبد علی بن جمعہ، سید ہاشم رسول محلاتی کی تصحیح اور تعلیق کے ساتھ، قم مطبعۃ الحکمۃ، ۱۳۸۲ھ ق۔